رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲۲ قادیان دارالامان مورخہ ۲۵ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۳۸ء نمبر ۴

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دارالامان کی خبریں

(۱) ہفتہ زیر اشاعت میں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو گلے کے درد کی شکایت رہی۔ آج ۲۷ جنوری کو بھی کسی قدر تکلیف ہے۔ احباب حضور کی صحت کامل کے لئے دعا کریں۔

(۲) ۲۷ جنوری حضرت ام المؤمنین مدظلہا کو بھی نزلہ اور سر درد کی شکایت ہے۔ سیدۃ النساء کی درازی عمر اور صحت کیلئے دعا کی اشد ضرورت ہے احباب دعا کریں۔

(۳) درخواست ہائے دعا۔ میاں رحمت خاں صاحب ریلوے انجن شیڈ کنڈیاں کی دینی و دنیاوی کامیابی کے لئے۔ مولوی عبدالعزیز صاحب پٹیالوی جو نہایت مخلص اور حضرت صاحب کے صحابی ہیں۔ عرصہ سے بعارضہ پتھری بیمار ہیں۔ جس سے قطرہ قطرہ پیشاب آتا ہے۔ ناظرین فاروق میں سے اگر کسی دوست کو پتھری کا کوئی مجرب علاج آتا ہو تو وہ بلا دریغ دفتر فاروق میں لکھ کر بھجوا دیں۔ اور مولوی صاحب کی صحت کامل کیلئے دعا فرما کر ثواب داجر حاصل کریں۔

(۴) چونکہ ہفتہ زیر اشاعت میں حضور امیر المؤمنین ایدہ اللہ کے دونوں خطبے الفضل میں شائع ہوئے ہیں اور ہر ایک احمدی تک ان کا پہنچانا ضروری ہے۔ اس لئے اس پرچہ میں دونوں خطبے نقل کر دیئے ہیں۔ تاکہ جہاں تک ممکن ہو ہر فرد سلسلہ ان سے واقف ہو جائے۔

جملہ انجمن ہائے احمدیہ کے تمام سکرٹری صاحبان کو یاد دہانی

اخبار فاروق کے متعلق جو ارشاد حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے جلسہ سالانہ پر ۲۷ دسمبر ۳۷ء کو فرمایا تھا۔ وہ آپ نے اگر جلسہ پر تشریف لائے ہونگے۔ تو سنا ہوگا۔ کہ زوردار تحریک میں حضور نے فرمایا تھا:۔

"فاروق کے متعلق میں نے ایک تجویز کی ہے اور ایڈیٹر صاحب فاروق کو کہا ہے۔ کہ وہ فاروق میں یہ تبدیلی کریں۔ کہ (۱) روزانہ الفضل کے ہفتہ بھر کے پرچوں کے ضروری مضامین اس میں درج کریں۔ (۲) خطبہ جمعہ (فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ) بھی شائع کریں۔ (۳) اس کا سائز بڑا کر دیں (۴) بغیر پیشگی قیمت لئے اخبار جاری نہ کریں۔ (۵) اور بھی بعض ہدایات دی ہیں۔ اس طرح پر اگر فاروق چلایئں۔ تو وہ مفید پرچہ ہو سکتا ہے اور ترقی کر سکتا ہے۔ (۶) میں امید کرتا ہوں۔ کہ جماعتوں کے سکرٹری اپنی ذمہ واری سمجھیں۔ اور ایسی کوشش کریں۔ کہ فاروق کے خریدار بنا دیں (۷) حضرت مسیح موعود ؑ کے زمانہ میں سلسلہ کے اخبارات کی طرف جماعت کی پوری توجہ ہوتی تھی۔ باوجودیکہ اس وقت جماعت کی تعداد بہت کم تھی۔ چند ہزار کی جماعت تھی۔ مگر اخبارات کے متعلق جماعت میں بڑی ہمدردی پائی جاتی تھی (۸) اب جوں جوں جماعت بڑھتی جاتی ہے۔ اخباروں کی طرف توجہ کم ہوتی جاتی ہے۔ (۹) معلوم ہوتا ہے کہ ہماری مدنی زندگی ایسی مضبوط نہیں رہی جیسی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں تھی۔ (۱۰) اس وقت ہماری جماعت تین چار لاکھ سے کم نہیں۔ اگر اس تعداد میں حقیقی زندگی ہوتی۔ تو کم از کم بیس ہزار اخبار شائع ہو سکتے (۱۱) ان پڑھ ناخواندہ ہونے کی وجہ سے اخبار نہیں خریدتے حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ناخواندہ بھی اخبار خرید کر دوسروں کو پڑھا کر تبلیغ کا ثواب اور مرکز کے حالات سے واقفیت حاصل کرتے رہتے تھے (۱۲) جو خواندہ طبقہ ہے وہ کہتا ہے کہ ہم میں الفضل کے خریدنے کی توفیق نہیں۔ تو وہ اب فاروق خرید لیں۔ جس میں الفضل کے اہم مضامین اور خطبہ جمعہ اور سلسلہ کی ضروری اطلاعیں اور خبریں ہفتہ بھر کی شائع ہوا کریں گی۔ (۱۳) ایک طبقہ ہے۔ جو اپنے آپ کو افلاطون سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ اخباروں میں مضامین کچھ نہیں ہوتے۔ اس طرح سلسلہ کے اخبارات کی اشاعت دن بدن گھٹتی جاتی ہے۔ جو نہایت افسوسناک امر ہے (۱۴) بعض طاقت رکھتے ہوئے اخبار نہیں خریدتے۔ اور دوسروں سے لیکر اخبار پڑھ لیتے ہیں۔ ایسے لوگ مفت خورے ہوتے ہیں۔ یہ نہایت معیوب اور ناپسندیدہ طریق ہے۔ کہ کسی سے اخبار لیکر پڑھ لیا۔ اس سے بھی اخباروں کی اشاعت کم ہوتی ہے۔ (۱۵) جماعت میں ایسے لوگ کافی ہیں۔ جو سلسلہ کے اخبارات پر تیس روپیہ سالانہ خرچ کر سکتے اور سب اخبار منگا سکتے ہیں۔ مگر وہ توجہ نہیں کرتے (۱۶) یہ مت خیال کرو۔ کہ سلسلہ کے اخبارات کسی منافع پر چل رہے ہیں۔ یہ سب نقصان میں ہیں۔ غیر احمدیوں اور غیر مسلموں کے اخبارات میں اشتہارات اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ وہ ان کی اجرت سے ہی اپنا خرچ نکال لیتے ہیں اور اخبار کی فروخت منافع میں رہتی ہے۔ ہمارے اخبارات کو اشتہارات بھی نہیں ملتے (۱۷) سلسلہ کے اخبار خرید کر تم ان پر احسان نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا تم پر احسان ہے کہ ان اخبارات سے تمہاری نسلوں کو سلسلہ سے تعلق رہے۔ جس قوم میں سلسلہ کے اخبار پہنچتے رہیں۔ وہ قوم زندہ رہتی ہے۔ (۱۸) اخبارات قومی زندگی میں دور رہنے والے افراد کو ملا دیتے ہیں (۱۹) یہ مت خیال کرو۔ کہ میں اخباروں کی

... کی امداد کا اعلان کرتا ہوں ... نسلوں کی امداد کیلئے اعلان کر رہا ہوں (۲۰) میں امید رکھتا ہوں کہ ... صورت اخبارات کے متعلق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فاروق کی خریداری آپکا لازمی قومی فرض ہے

میں نے صفحہ اول پر نہایت اختصار کے ساتھ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تحریک متعلق فاروق سہ بارہ آپ کے سامنے اس غرض سے پیش کر دی ہے۔ کہ آپ کو آپ کا فرض یاد دلاؤں۔ کیونکہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے جس زور کے ساتھ اخبارات سلسلہ کے متعلق عموماً اور فاروق کے لئے خصوصاً ارشاد فرمایا ہے۔ اس کے بعد میری یا کسی اور بزرگ کی تحریک یا اپیل کی ضرورت نہیں۔ نہ کوئی اس سے زیادہ مؤثر اور مدلل الفاظ میں قوم کو اس کے فرض سے آگاہ کر سکتا ہے۔ نہ اس سے بڑھ کر کوئی اپیل مفید ہو سکتی ہے۔ کیونکہ حضور ایدہ اللہ نے کھلے الفاظ میں تمام جماعت کو آگاہ کر دیا ہے۔ کہ باوجود جماعت کی اسوقت تعداد بڑھنے کے اخبارات کی طرف توجہ کم ہوتی جاتی ہے۔ جو اچھی فال نہیں۔ اور جملہ سکرٹری صاحبان انجمن ہائے بیرونی کو اس امر کا ذمہ وار گردانا ہے۔ کہ وہ فاروق کی ایک ہزار تعداد کر دینا اپنی ذمہ داری سمجھیں۔ اور اس جلسہ سے جانے سے پہلے پہلے دوست اخبارات سلسلہ کے متعلق بہتری کی صورتیں سوچیں۔

حضور کے اس ارشاد کے بعد میں نہیں خیال کرتا۔ کہ کوئی دوست ایک منٹ کے لئے بھی یہ وسوسہ دل میں لائے۔ کہ اخبارات کے متعلق حضور کی زبان مبارک سے ایسی تحریکیں ایک معمولی بات ہیں۔ یا یہ کہ ہم تو اخبار خریدتے ہیں۔ دوسروں کو خریدار بنانا ہمارے ذمہ نہیں۔ کیونکہ انجمنوں کے سکرٹری ذمہ وار گردانے گئے ہیں۔ بلکہ ہر ایک احمدی کا یہ فرض ہے۔ کہ اپنے پیارے آقا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہٖ کی زبان مبارک سے جو تحریک سنے۔ وہ جہاں تک جلد سے جلد ممکن ہو۔ اسکو بارآور کرنے میں سب سے اول آگے بڑھے۔ پھر دوسرے بھائیوں کو بھی توجہ دلاکر ڈبل ثواب کا مستحق بنے۔ اور یہ خیال نہ کرے۔ کہ بس حضور نے ایک ارشاد فرما دیا جو سب نے سن لیا ہے۔ اسکی تعمیل ہوتی رہے گی۔ کون حضرت صاحب کو یہ بتائیگا۔ کہ حضور کی تحریک پر کس کس نے لبیک کہا۔ اور نہ حضور نے ہی دریافت فرمانا ہے۔ کہ میری تحریک متعلق اخبارات کا کیا نتیجہ ہؤا۔ اور فاروق کی اشاعت ایکہزار ہو گئی یا نہیں۔

میں ہر ایک مبائع احمدی اور ہر ایک انجمن اور اس کے تمام عہدہ داروں کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ حضرت صاحب کسی تحریک کو فرما کر فارغ نہیں ہو جاتے۔ حضور معلوم کرتے رہتے ہیں اور جن کے حق میں ایسی کوئی تحریک ہوتی ہے وہ حضور کے علم میں وقتاً فوقتاً لاتے رہتے ہیں کہ حضور کی تحریک وارشاد کا کیا نتیجہ ہؤا۔ اور کہاں تک وہ بارآور ہوئی۔ چونکہ جلسہ سالانہ سے واپس جانے سے پہلے پہلے احباب کو ایسا موقعہ نہیں مل سکا۔ کہ وہ اس ارشاد کے متعلق کوئی قدم اٹھا کر واپس جاتے۔ اس لئے اب سہ بارہ ان کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اپنا فرض محسوس کر کے حضور کے ارشاد کی تعمیل میں بہت جلد فاروق کے خریدار بن کر حضور کی خوشنودی حاصل کریں۔ اور اپنا قومی فرض ادا کریں۔

فاروق حضور کے تجویز کردہ پروگرام کے مطابق سال رواں شروع جنوری ۳۸ء سے شائع ہو رہا ہے۔ اس کے خریدار ابھی بہت کم ہیں۔ جو ڈیڑھ سو سے زیادہ نہیں اور ایک ہزار خریدار آپ نے پورا کرنا ہے۔ جو نہایت آسانی سے اور قلیل میعاد میں پورا ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ آپ اپنا فرض سمجھیں۔ کہ حضور کے ارشاد کے مطابق ایک ہزار خریدار پورا کر دینا ہے۔ اگر تمام بیرونی انجمن ہائے احمدیہ اپنے مقامی چندہ سے انجمن کی طرف سے ایک ایک پرچہ خرید لیں۔ تو چار پانچ سو ایسی انجمنیں ہیں۔ جو خرید سکتی ہیں۔ اس طرح پانچ سو خریدار ایک مہینے کے اندر ہو سکتے ہیں۔ علاوہ انجمنوں کے دیگر دوست جو خدا کے فضل سے اتنی طاقت رکھتے ہیں۔ کہ پانچروپیہ سال بھر کے لئے فاروق کو ادا کر سکتے ہیں۔ وہ ذاتی طور پر خریداری منظور کریں۔ تو پانچ سو اس طرح خریدار بن جائیں۔ یعنی ایسے دوست جماعت میں بکثرت موجود ہیں۔ جو الفضل روزانہ نہیں خرید سکتے۔ ان کے لئے فاروق کا خریدنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ فاروق میں الفضل کے ہفتہ بھر کے پرچوں کا مفید انتخاب اور خطبہ جمعہ معہ دیگر علمی اور تبلیغی مضامین کے ہفتہ وار شائع ہو کر ایسے دوستوں کو جو الفضل نہیں خرید سکتے۔ پہنچ سکتا ہے۔ اور جو موجودہ خریدار ہیں وہ بھی اگر ہمت کریں تو اپنے حلقہ اثر میں سے زیادہ نہیں تو ایک ایک جدید خریدار آسانی سے پیدا کر سکتے ہیں۔

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کا تجویز کردہ پروگرام فاروق

سوال۔ فاروق آپ کو کیوں خریدنا چاہیئے؟

جواب۔ اس لئے کہ:۔

(۱) حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہٖ نے اسکی خریداری کے واسطے ارشاد فرمایا ہے۔

(۲) حضور نے فاروق کو مفید بنانے کے لئے خود ایک پروگرام اس کا تجویز فرمایا ہے۔

(۳) فاروق میں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کا خطبہ جمعہ اور دیگر اہم تقریریں بھی شائع ہوتی ہیں۔

(۴) فاروق میں سلسلہ کی اور مرکز کی وہ تمام ضروری اطلاعیں اور خبریں اور غیر ممالک کے احمدیہ مشنوں کی تبلیغی رپورٹیں اور مبلغین سلسلہ کی کارگذاریاں نکلتی ہیں۔

(۵) فاروق میں علمی مضامین صداقت اسلام۔ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ مخالفین اسلام وسلسلہ احمدیہ کے اعتراضوں کے جوابات شائع ہوتے ہیں۔

(۶) فاروق میں دنیا کی چیدہ چیدہ عام خبریں بھی دی جاتی ہیں۔

(۷) فاروق کا سائز الفضل کے برابر اور کاغذ و لکھائی و چھپائی بہت عمدہ ہوتی ہے۔

(۸) فاروق ہر انگریزی مہینے میں چار بار اپنی مقررہ تاریخوں پر ۱۲ صفحہ کا نکلتا ہے۔

(۹) فاروق کا چندہ باوجود عمدہ کاغذ اور لکھائی و چھپائی اور تقطیع بڑی ہونے کے سالانہ صرف پانچروپیہ اور ششماہی دو روپیہ آٹھ آنہ ہے۔ جو پیشگی وصول ہونا ضروری ہے۔

(۱۰) فاروق کا چندہ ایک ہزار خریدار ہونے پر بجائے پانچروپیہ کے چار روپیہ کر دیا جائیگا۔

آخری التماس

میں نے یہ پرچہ بہت سے ایسے دوستوں کے نام جو ابتک فاروق کے خریدار نہیں ہوئے یا پہلے تھے مگر اب خریدار نہیں رہے۔ اور بہت سی انجمنوں کے سکرٹریان تبلیغ کے نام بطور نمونہ بامید خریداری ارسال کیا ہے۔ یقین ہے کہ وہ حضور ایدہ اللہ کا ارشاد مبارک پڑھ کر ضرور خریداری منظور فرما کر ثواب حاصل کریں گے۔ اور میں ہر ماہ انشاء اللہ حضور کی خدمت میں رپورٹ پیش کرتا رہوں گا۔ کہ کس قدر خریدار اب تک فاروق کے ہوئے ہیں۔ اور حضور سے دعا کی درخواست کروں گا۔ کہ ایسے دوستوں کیلئے حضور دعا فرمادیں

پس ایسے جن دوستوں کے پاس یہ پرچہ پہنچے وہ اپنی منظوری یا نامنظوری کی اطلاع دفتر فاروق میں اس کارڈ کے ذریعہ کر دیں۔ جو کہ اس پرچہ کے ساتھ انکی خدمت میں ارسال کیا گیا ہے۔ تاکہ آئندہ اس کے مطابق عمل کیا جاوے۔ اور جن دوستوں کی طرف سے کوئی اطلاع نہ آئی۔ ان کو خریدار سمجھ لیا جائیگا۔ پھر ان کے نام تیسرا پرچہ ۴ا فروری ۳۸ء کا بذریعہ وی پی ارسال ہو گا۔ یا وہ بذریعہ منی آرڈر چندہ ارسال کر دیں۔ یا اطلاع دیں۔ کہ کب ان کے نام وی۔ پی بھیجا جائے۔ یا کب وہ چندہ خود بھیج دیں گے۔ بصورت عدم اطلاع سب کے نام تیسرا پرچہ وی پی کر دیا جائیگا۔ جس کا وصول کرنا ان کا قومی اور اخلاقی فرض ہو گا۔ خدا آپ کے دلوں میں خود اس تحریک کا احساس پیدا کرے۔ آمین۔ (خاکسار ایڈیٹر)

چندہ تحریک جدید کے متعلق ایک ضروری ہدایت

فنانشل سکرٹری صاحب تحریک جدید اعلان کرتے ہیں کہ:۔

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دفتر کو یہ ہدایت ہوئی ہے۔ کہ دور اول اور دور ثانی کے حسابات اور ان کی آمد کا حساب الگ الگ رکھا جائے۔ پس حضور کی اس ہدایت کے مطابق تمام جماعتوں اور ان کے کارکنوں اور افراد کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ جن جماعتوں یا افراد کے ذمہ پہلے سہ سالہ دور میں سے سال اول یا سال دوم یا سال سوم کا بقایا ہے۔ وہ جب بھی وصول کر کے ارسال کریں تو اسے الگ سال اول یا دوم یا سوم کی تشریح کے ساتھ معہ اسم وار تفصیل کے بھیجا کریں۔ نیز جو رقوم دور ثانی یا سال چہارم کی وصول ہوں ان کے ساتھ سال چہارم کا لفظ لکھکر اسم وار تفصیل دیا کریں۔ تاکہ دور اول اور دور ثانی کا حساب اور اسکی نقدی الگ الگ حضور کی ہدایت کے مطابق رکھے جاسکیں۔ جو جماعتیں یا افراد سال اول۔ دوم۔ سوم یا سال چہارم کی رقوم الگ الگ تفصیل کے ساتھ نہ ارسال کریں گی۔ ان کا روپیہ چندہ تحریک جدید کی مد بلا تفصیل میں داخل کر کے ان سے اس تشریح کا مطالبہ کیا جائے گا۔ چنانچہ ص

ص اسوقت جماعت کراچی کی رقم مبلغ ۸/ ۱۸۶ کی بلا تفصیل پڑی ہے۔ اس لئے جماعت کراچی کو چاہیئے۔ کہ اس رقم کی اسم وار تفصیل معہ دور اول اور دور ثانی کی رقوم کی تشریح سے اطلاع دے۔ اور آئندہ تمام جماعتیں اور افراد اس کے مطابق رقوم ارسال کیا کریں۔ تاکہ دور اول اور دور ثانی کا حساب نہ صرف الگ الگ رہے۔ بلکہ دفتر حضور کی ہدایت پر بھی عمل کر سکے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۳۸ء | نمبر ۴

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۳۸ء

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

جلسہ سالانہ پر اور اس سے پہلے جو خطبات میں نے بیان کئے ہیں۔ ان میں مَیں تحریک جدید کے بعض حصوں کے متعلق بیان کرتا رہا ہوں۔ اور آج دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ انسان جب تک خود اپنے سے دشمنی نہ کرے۔ اس وقت تک کوئی اس سے دشمنی نہیں کر سکتا۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ جو شخص

اپنا دشمن

نہیں ہوتا۔ دنیا میں اس کا کوئی دشمن نہیں ہوتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ جو شخص سچے طور پر اپنے نفس کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ وہ لازماً باقی دنیا کا بھی خیر خواہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک لازمی بات ہے۔ کہ جو شخص دنیا کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ دنیا ضرور اس سے دشمنی کرتی ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ کوئی شخص اپنے

نفس کا خیر خواہ

ہو۔ اور دنیا کا بدخواہ ہو۔ اور پھر یہ بھی ممکن نہیں۔ کہ کوئی شخص دنیا کا خیر خواہ ہو۔ اور دنیا اسکی بدخواہ نہ ہو۔ جو شخص بھی دنیا کی خیر خواہی کرے۔ لازماً دنیا اسکی دشمن ہوتی ہے۔ اور جب میں نے یہ کہا۔ کہ کوئی اس سے دشمنی کر نہیں سکتا۔ تو میری مراد اس سے یہ ہے۔ کہ اس کے ساتھ دنیا کی دشمنی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جس قدر انبیاء دنیا میں آئے ہیں۔ وہ سب سے پہلے اپنے نفس کے خیر خواہ تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ ہمیشہ

اول المؤمنین

رہے ہیں۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ سے آواز سننے کے بعد معاً اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سامنے پھینک دیا۔ اور کہا۔ کہ ہم اپنے آپ کو تیرے رستہ میں فنا کر کے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور جب انہوں نے اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کے رستہ میں فنا کر کے ہر قسم کے خطرات سے محفوظ کر لیا۔ تو اپنی خیر خواہی کے بعد ان کے اندر یہ طاقت اور ہمت پیدا ہو گئی۔ کہ وہ دنیا کی خیر خواہی کر سکیں۔

ایک شخص جو تیرنا سیکھتا ہے۔ سب سے پہلے اپنی جان بچاتا ہے۔ اور جو اپنی جان کو بچا لیتا ہے وہی اس قابل ہوتا ہے۔ کہ دوسروں کو بچا سکے۔ اگر وہ اپنی جان کو نہ بچا سکے۔ تو کسی صورت میں بھی دوسروں کو بچانے کے قابل نہیں ہو سکتا۔ مگر وہی تیرنے والا جو اپنی جان بچانے کے سامان پیدا کر کے دوسروں کی جان بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ جب ایک ڈوبنے والے شخص کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ تو ڈوبنے والے کا مقدم کام یہ ہوتا ہے۔ کہ اسے ڈبوتا ہے۔ اور یہ دنیا میں

ایک عام قاعدہ

ہے۔ ڈوبنے والے کے حواس چونکہ قائم نہیں ہوتے۔ اس لئے اپنے آپ کو بچانے کیلئے وہ عقل کے ساتھ ہاتھ پیر نہیں مارتا۔ بلکہ ہمیشہ ایسے رنگ میں ہاتھ پیر مارتا ہے۔ کہ اسے بچانیوالا بھی ساتھ ہی ڈوبنے لگے۔

مجھے ایک واقعہ بچپن کا یاد ہے۔ ایک دفعہ یہاں ڈھاب میں ایک کشتی الٹ جانے کی وجہ سے کچھ آدمی ڈبکیاں کھانے لگے۔ انہیں بچانے کیلئے کچھ اور آدمی کود پڑے۔ لیکن ان کو ڈوبنے والوں نے پکڑ کر اس طرح ساتھ گھسیٹا۔ کہ ان کے ناک اور منہ میں پانی پڑنے کی وجہ سے وہ بھی خطرہ میں پڑ گئے۔ اس پر کچھ اور لوگ کودے۔ اور قریباً اٹھارہ آدمی اس طرح ڈبکیاں کھانے لگے۔ آخر ایک اچھے تیراک نے بعض دوسرے ہلکے تیراکوں کو سہارا دے کر سانس دلایا۔ اور پھر ان کی مدد سے اس طرح پکڑ پکڑ کر ڈوبنے والوں کو نکالنا شروع کیا۔ کہ وہ ان کو ساتھ نہ ڈبو سکیں۔ تو یہ لازمی بات ہے۔ کہ جو شخص دوسرے کو بچانا چاہتا ہے۔ ڈوبنے والا اسے ضرور ڈبونے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے حواس چونکہ معطل ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ بچانے والے کو یا تو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ یا اگر دوست بھی سمجھتا ہے۔ تو ایسے رنگ میں اس پر بوجھ ڈالتا ہے۔ کہ وہ اٹھا نہ سکے۔ اور اس طرح اپنے ساتھ اسے بھی ڈبونے کی کوشش کرتا ہے۔ کثرت سے ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ اور ہر مہینہ ہی اخبارات میں کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ شائع ہوتا ہے۔ کہ ایک شخص ڈوبنے والے کو بچانے کے لئے گیا۔ مگر خود ڈوب گیا۔ اور ڈوبنے والا بچ گیا۔ پس یہ ایک عام قانون ہے۔ جس سے دنیا آزاد نہیں ہو سکتی۔ یعنی جو اپنی ذات کا خیر خواہ نہیں۔ وہ دنیا کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ اور جو دنیا کا خیر خواہ ہو۔ ممکن نہیں کہ دنیا اسکی دشمن نہ ہو۔ ہاں

الٰہی سلسلوں میں خدا تعالیٰ کا قانون

یہ ہے کہ ایسی دشمنیاں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ پس جب میں یہ کہتا ہوں۔ کہ جو شخص اپنا دشمن نہیں ہوتا۔ دنیا میں اسکا کوئی دشمن نہیں ہوتا۔ تو میری مراد اس سے یہی ہے۔ کہ اس کے دشمن اسکو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہ مطلب نہیں۔ کہ ان کے دشمن دنیا میں ہوتے نہیں۔ بے شک ان کے دشمنوں کو عارضی خوشیاں بھی کسی وقت نصیب ہو جاتی ہیں۔ مگر حقیقی خوشی وہ کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ اور کوئی واقعہ بھی جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے۔ ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ان کے دشمن ان کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے ہوں۔ عارضی طور پر ان کو خوش ہونے کے موقعے مل سکتے ہیں۔ جب وہ خیال کر لیتے ہیں۔ کہ اب ہم اس جماعت کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مگر آخر اللہ تعالےٰ کا ہاتھ اپنی جماعت کی مدد کو بڑھتا اور ان کو بچا لیتا ہے۔ پس اس قانون کے ماتحت حقیقی خیر خواہی انسان کی اپنے نفس سے یہی ہو گی۔ کہ بنی نوع کی خدمت کرے۔ اور خاصکر مذہبی میدان میں خدمت کرے۔ اور جب وہ خدمت کرے گا۔ تو لازماً لوگوں کی غلطیوں سے بھی ان کو آگاہ کریگا۔ اور وہ چونکہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں۔ اس لئے ضرور اسکی مخالفت کریں گے۔ اور اسے تباہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں آئے۔ اور لوگوں کی اصلاح کے لئے کھڑے ہوئے۔ لیکن جن کی اصلاح کے لئے وہ کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہی ان کو تباہ کرنا چاہا۔ حضرت نوح علیہ السلام لوگوں کو بچانے کیلئے کھڑے ہوئے۔ اور جن کو بچانے کیلئے وہ کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہی ان کو تباہ کرنا چاہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جن لوگوں کو بچانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ انہی لوگوں نے ان کو تباہ کرنے کی کوشش کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے۔ تو ان کو بھی ان لوگوں نے جن کو بچانے کے لئے وہ کھڑے ہوئے تھے۔ تباہ کرنا چاہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے۔ تا اپنی قوم کو ہلاکت سے بچائیں۔ مگر ان کی قوم نے ان کو ہلاک کرنا چاہا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم دنیا کو بچانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ مگر لوگ ان کے دشمن ہو گئے۔ اور ہر ممکن طریق سے انکو نقصان پہنچانا چاہا۔ یہ

اللہ تعالےٰ کا فضل ہے

کہ دشمن اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ مگر اپنی طرف سے انہوں نے کوئی کوتاہی نہ کی۔ مگر یہ سب باتیں تبھی ہو سکتی ہیں۔ جب انسان پہلے اپنے نفس کا خیر خواہ ہو۔ اور جب تک وہ یہ نہ کر سکے۔ کسی دوسرے کی اصلاح کے قابل ہی نہیں ہو سکتا۔ کسی نے کہا ہے۔ ؎

آنانکہ خود گم اند کجا رہبری کنند

جو شخص خود گمراہ ہو۔ وہ دوسروں کو کہاں ہدایت دے سکتا ہے۔ دوسرے کو راستہ وہی دکھا سکتا ہے۔ جو پہلے خود تلاش کرے۔ اور جو شخص دوسرے کو گمراہی سے بچانے کیلئے آگے بڑھیگا اسکی مخالفت بھی ہو گی۔ اور لوگ اسکے دشمن بنیں گے۔ گو یہ الٰہی قانون ہے۔ کہ ایسے لوگوں کو دشمنی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ مخالفوں کو عارضی طور پر خوش ہونے کا موقعہ تو مل سکتا ہے۔ مگر حقیقی خوشی وہ کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔

ہماری جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کے بعد اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ یعنی یہ کہ سب سے پہلے ان کو اپنے

نفس کی اصلاح

کرنی چاہیئے۔ اور اس کے بعد جب اللہ تعالےٰ ان کے اندر طاقت پیدا کر دے۔ تو پھر کوشش کریں۔ کہ دوسروں کو بچائیں۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھیں۔ کہ اس کے نتیجہ میں ان کی مخالفت لازمی طور پر ہو گی۔ اور یہ بھی یاد رکھیں۔ کہ ان کے مخالف کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ بظاہر ان کو ذلت اور رسوائی بھی ہو سکتی ہے۔ مگر انجام کار وہی کامیاب ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب

آتھم کے متعلق پیشگوئی

فرمائی۔ اور اس کے بعد اس نے اپنے دل میں رجوع کیا۔ اور اس وجہ سے میعاد مقررہ کے اندر اس کی موت نہ ہوئی۔ تو لوگوں نے بڑی خوشیاں منائیں۔ اور شور مچا دیا۔ کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ اس زمانہ میں ریاست بہاولپور کے جو نواب تھے۔ ان کے پیر چاچڑاں والے بزرگ تھے۔ ایک دن

نواب صاحب کے دربار میں

یہی ذکر ہو رہا تھا۔ کہ مرزا صاحب نے پیشگوئی کی تھی۔ جو غلط نکلی۔ اور اس پر لوگوں نے ہنسی اڑانی شروع کی۔ اور آہستہ آہستہ اہل مجلس کی باتوں سے متاثر ہو کر نواب صاحب بھی اس ہنسی میں شامل ہو گئے۔ اس وقت مجلس میں وہ بزرگ بھی بیٹھے تھے۔ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے بہت عقیدت تھی۔ اور انہوں نے حضور کو خط بھی لکھا تھا۔ وہ پہلے تو خاموش رہے مگر جب دیکھا۔ کہ نواب صاحب بھی ہنسی میں شریک ہو گئے ہیں۔ تو اس لئے کہ وہ نواب صاحب کے پیر تھے۔ اور سمجھتے تھے۔ کہ مجھے ان کو اس طرح ڈانٹنے کا حق ہے۔

بڑے جوش سے

فرمایا۔ کہ آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں۔ دنیا کے اندھوں کو یہ نظر آتا ہے۔ کہ آتھم زندہ ہے مگر مجھے تو اسکی لاش سامنے پڑی ہوئی نظر آرہی ہے۔ یعنی تم موت سے مراد ظاہری موت لیتے ہو۔ اور یہ خیال نہیں کرتے۔ کہ وہ موت کیا ہی یہ تو ہر انسان کو آتی ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی سے خوف کھا کر جو آتھم نے توبہ کی۔ اور رجوع کیا۔ وہ

جذبات کی موت

تھی۔ اور ظاہری موت سے زیادہ سخت تھی۔ تو سلسلہ کی خدمت کرتے ہوئے بعض دفعہ ایسی بات پیدا ہو سکتی ہے۔ جو بظاہر رسوائی کا موجب ہو۔ مگر عقلمند جانتے ہیں۔ کہ دراصل وہ بھی دین کی نصرت کا موجب ہوتی ہے۔ پس

سب سے مقدم بات

تو یہ ہے۔ کہ اپنے نفسوں کی اصلاح کرو۔ اور اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے حضور اس طرح پھینک دو۔ کہ اسکی نصرت حاصل کر سکو۔ اور اگر تم یہ کر لو۔ تو دنیا کی کوئی طاقت تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ مگر حالت یہ ہے۔ کہ تم منہ سے کہتے ہو۔ کہ اسلام کی تعلیم افضل ہے۔ مگر جب کوئی موقعہ پیدا ہوتا ہے۔ تو تم جوش سے بھر جاتے ہو۔ اور کہتے ہو۔ کہ ایسے موقعہ پر اسلام کی تعلیم ہمیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ اور جب یہ حالت ہو۔ تو خدا تعالےٰ کو تمہاری نصرت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خدا تعالےٰ اگر تمہاری مدد کرتا ہے۔ تو اس لئے نہیں۔ کہ اس جماعت میں جو لوگ ہیں۔ وہ اسے بہت پسند ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ یہ جماعت دنیا میں ان اصولوں کو قائم کرنے کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ جنہیں قائم کرنا اللہ تعالےٰ کا منشاء ہے۔ اگر تم میں یہ خصوصیت نہ ہو۔ تو پھر تمہارے متعلق بھی وہی

عام قانون

ہوگا۔ کہ ایک پر دو بھاری ہوتے ہیں۔ دو پر چار سو پر دو سو۔ ہزار پر دو ہزار اور لاکھ پر دو لاکھ۔ لیکن اگر تم خدا تعالےٰ کے اصولوں سے اپنے آپ کو اس طرح وابستہ کر لو۔ کہ تم میں اور ان میں کوئی فرق نہ رہے۔ تمہارے اندر توحید ایسی نہ ہو۔ جیسی دنیا دار لوگوں میں ہوتی ہے بلکہ ایسے موحد بن جاؤ۔ کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک تم

مجسم توحید

ہو جاؤ۔ اور تمہیں اور توحید کو جدا نہ کیا جا سکے تو پھر اللہ تعالےٰ ضرور تمہاری حفاظت کریگا۔ کیونکہ اس صورت میں تمہاری تباہی توحید کی تباہی کے مترادف ہوگی۔

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کسی چیز کے ساتھ برتن کو بھی بچایا جاتا ہے۔ کسی پیپے میں گھی یا شہد بھرا ہؤا ہو۔ تو گو اس پیپہ کی قیمت دو چار آنے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ مگر اس گھی یا شہد کیلئے جو اس کے اندر ہے۔ انسان اسکی بھی حفاظت کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ اگر اس میں سوراخ ہو گیا۔ تو گھی یا شہد بہ جائیگا۔ مٹی کی ایک پیالی جسکی قیمت دمڑی بھی نہیں ہوتی۔ بلکہ کبھی تو چھوٹی پیالیاں پیسہ کی آٹھ آٹھ بکا کرتی تھیں۔ اس میں اگر ایک انسان اپنے کسی عزیز کے لئے دوائی لئے جا رہا ہو۔ اور اس عزیز کی کمزور حالت کی وجہ سے دوا کے پہنچنے میں تاخیر کو مہلک سمجھتا ہو۔ تو اس حالت میں اگر کوئی اس پیالی کو توڑنا چاہے۔ تو وہ انسان اسے بچانے کے لئے کتنی جد و جہد کرے گا۔ اگر وہ شخص کروڑ پتی بلکہ ارب پتی بھی ہے۔ اور اس کے گھر میں چاندی کے برتنوں کی بھی پروا نہیں کی جاتی تو بھی اس وقت وہ اس مٹی کی پیالی کو بچانے کے لئے جس کی قیمت کچھ بھی نہیں۔ اپنی ساری جائیداد کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیگا۔ اس لئے نہیں۔ کہ وہ مٹی کی پیالی اسے عزیز ہے بلکہ اس لئے کہ اس میں ایک ایسی چیز پڑی ہے جس کے ساتھ اس کے عزیز کی جان وابستہ ہے۔ وہ اسے بچانے کے لئے اس لئے جد و جہد نہیں کریگا۔ کہ وہ مٹی کی بنی ہوئی پیالی قیمتی شے ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اسمیں وہ دوا ہے۔ جس کا فوراً اس کے عزیز کے پاس پہونچنا ضروری ہے۔ اسی طرح بے شک انسان خاک کا ایک پتلا ہے۔ جو دنیا میں آتا اور چلا جاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے اسکی کوئی قیمت نہیں لیکن جب وہ اپنے اندر اس تریاق کو بھر لیتا ہے۔ جس سے دنیا نے زندہ رہنا ہے۔ اگر وہ اپنے اندر ایسی طاقت پیدا کر لیتا ہے۔ جس سے دنیا میں نبوت قائم ہونی ہے۔ اور جس سے دنیا میں صفات الٰہیہ نے جاری ہونا ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک اسکی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ اس کی حفاظت کرتا اور دشمنوں کے ضرر سے اسے بچاتا ہے۔ کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اب اگر یہ انسان ٹوٹا تو اس کے ساتھ ہی نبوت کا روح افزا شربت بھی بہ جاتا ہے۔

توحید کی زندگی بخش رُوح

بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ دنیا میں صفات الٰہیہ کا ظہور بھی خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ ہر کوشش کرتا ہے اس کے بچانے کی۔ تا وہ چیزیں محفوظ رہ سکیں۔ جو اس کے اندر ہیں۔ اور تا وہ دنیا میں قائم اور جاری ہو سکیں۔ جنگ بدر کے موقعہ پر جب لڑائی کی حالت ایسی خطرناک ہو گئی۔ کہ یہ خطرہ پیدا ہو گیا۔ کہ کفار مسلمانوں کو بالکل مٹا دیں گے۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک علیحدہ مقام پر جا کر اللہ تعالےٰ سے دعا کی اور کہا کہ اے میرے خدا۔ تیری ہدایت اور عبادت کو قائم رکھنے والا دنیا میں ان چند ایک لوگوں کے سوا کوئی نہیں۔ اور اگر یہ تباہ ہو گئے۔ تو اور کوئی نہیں۔ جو اسے قائم کر سکے۔ اس لئے ان کی حفاظت فرما۔ آپ نے یہ نہیں کہا۔ کہ یہ میرے رشتہ دار ہیں۔ یا میرے عزیز دوست ہیں۔ یا کوئی معززین ہیں۔ یا کسی عام صداقت کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی

غیر معمولی سلوک

کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اور ان کی قیمت اتنی نہ بن سکتی تھی۔ کہ ان کے لئے دوسروں پر عذاب نازل کیا جائے۔ ان کی قیمت بڑھانے والی صرف یہی ایک چیز تھی۔ کہ ان کا مٹنا خدا کی توحید کا مٹنا۔ اور اسکی عبادت کا مٹنا ہے۔ پس آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ ابوبکر رضؓ میرا پیارا ہے۔ عمر اور عثمان میرے پیارے ہیں۔ اور دوسرے صحابہ میرے پیارے اور عزیز ہیں۔ ان سب امور کو نظر انداز کر کے آپ نے یہ فرمایا۔ کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کے دل میں

معرفت کی شراب

بھری ہے۔ اور اگر یہ لوگ مٹ گئے۔ تو پھر دنیا میں تیری توحید اور تیری عبادت کو قائم کرنے والا اور کوئی نہ ہوگا۔

پس جب انسان کے دل میں خدا تعالےٰ کی معرفت بھر جائے۔ تو وہ اسے ایسا پیارا ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اسکی حفاظت کرتا ہے۔ اسکی ذات کی خاطر نہیں بلکہ اس چیز کی خاطر جو اس کے دل میں بھری ہے جس طرح انسان مٹی کی پیالی کی حفاظت کرتا ہے اس پیالی کے لئے نہیں بلکہ اس چیز کے لئے جو اس میں پڑی ہوئی ہے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ یہ سمجھتا ہے۔ کہ اب یہ انسان محض خاک کا پتلا نہیں رہا۔ بلکہ اب اس کے ساتھ میری توحید اور میری تعلیم وابستہ ہو گئی ہے۔ اور اس کے اندر وہ چیز بھر گئی ہے۔ جو دنیا کی نجات کے لئے ضروری ہے پس میں جماعت کے دوستوں کو سب سے پہلے تو یہ نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے اندر

اللہ تعالیٰ کی صفات

کو پیدا کریں۔ اور اپنے آپ کو اسکی ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت اور مالکیت یوم الدین کی صفات سے ایسا وابستہ کر لیں۔ کہ وہ معمولی انسان نظر نہ آئیں۔ بلکہ ان کے اندر اللہ تعالےٰ کی ربوبیت۔ اس کی رحمانیت و رحیمیت اور مالکیت یوم الدین کی صفات نظر آئیں۔ اور اگر کوئی ان کو تباہ کرنا چاہے تو اللہ تعالےٰ کہے۔ کہ ان پر حملہ کرنے والا دراصل میری ان صفات پر حملہ کرتا ہے۔ اگر یہ لوگ مٹ گئے۔ تو اور کون ہے۔ جو دنیا میں میری ان صفات کو قائم رکھے گا۔ اس لئے وہ ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اور ان کا مقابلہ کرنے والوں کو ناکام کر دیتا ہے۔

تحریک جدید کے دوسرے دور کی تحریک سے میری غرض یہی ہے۔ کہ ہم

دنیا میں اسلامی تعلیم

کو قائم کریں۔ اسلامی تعلیم اس وقت مٹی ہوئی ہے۔ اور ہم یہ کہہ کر اپنے دل کو خوش کر لیتے ہیں کہ اس کا قیام حکومت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ حکومت سے ساتھ تعلق رکھنے والی باتیں بہت تھوڑی ہیں۔ اور ان کا دائرہ بہت ہی محدود ہے۔ باقی زیادہ تر ایسی ہیں۔ کہ ہم حکومت کے بغیر بھی ان کو رائج کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی محبت اسکی توحید اور عرفان کی خواہش دل میں رکھنا اور اس کے لئے جد و جہد کرنا۔ صفات الٰہیہ کو اپنے اندر پیدا کرنا۔ اور پھر ان کو دنیا میں رائج کرنا

قرب الٰہی کے حصول کی کوشش

کرنا۔ امانت۔ دیانت۔ راستبازی وغیرہ وغیرہ سینکڑوں باتیں جن کا حکومت سے کوئی واسطہ نہیں۔ کیا اگر ہمارے پاس حکومت نہ ہو۔ تو ہم نماز نہیں پڑھ سکتے۔ ذکر الٰہی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالےٰ کی محبت میں اپنے نفس کو پگھلا نہیں سکتے۔ دیانت اور امانت کو قائم نہیں رکھ سکتے۔ سچ نہیں بول سکتے۔ یقیناً یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اور اس لئے یہ کہنا بالکل غلط ہے۔ کہ اسلام کی تعلیم بغیر حکومت کے قائم نہیں ہو سکتی۔ ان باتوں میں سے بعض ایسی ہیں۔ جو انسان کی ذات سے وابستہ ہیں اور بعض ایسی ہیں۔ جو نظام سے وابستہ ہیں۔ اور نظام بغیر حکومت کے بھی قائم ہو سکتا ہے۔ دنیا میں کوئی سخت سے سخت حکومت بھی افراد کے نظام کو باطل نہیں کر سکتی۔ افراد کے معاملات میں زیادہ سے زیادہ دخل دینے والی حکومتیں جرمنی اور اٹلی کی ہی ہیں۔ مگر ان میں بھی افراد کے نظام کو کلی طور پر باطل نہیں کیا جا رہا۔ لوگ اب بھی وہاں مجالس قائم کرتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ ملک کی اصلاح اور خدمت خلق بھی کرتے ہیں۔ اور پھر ہمیں تو اللہ تعالےٰ نے ایک ایسی قوم کے ماتحت رکھا ہے۔ کہ جس کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حکومت افراد کے نظام میں کم سے کم دخل دیتی ہے۔ اس لئے نہیں۔ کہ وہ اپنے ماتحت لوگوں سے کوئی رعایت کرنا چاہتی ہے۔ بلکہ اس لئے کہ انکے

ملک کا نظام

ہی ایسا ہے۔ اور انگریز قوم نے حکومت کیلئے اسپارہ میں اختیارات اور قوانین ہی ایسے رکھے ہیں۔ اگر ہم کسی اور ملک کے ماتحت ہوتے۔ تو ہمیں نظام قائم کرنے کے متعلق اس قدر آزادی حاصل نہ ہوتی۔ جتنی اب ہے۔ اور اس صورت میں اسلامی تعلیم کو قائم کرنے کیلئے ہمارا دائرۂ عمل بہت محدود ہوتا۔ لیکن اب ہمارا دائرہ کافی وسیع ہے۔ اٹلی اور جرمنی وغیرہ ممالک میں جہاں فسطائی اور ناٹسی اصول رائج ہیں۔ وہاں حکومتیں افراد کے معاملات میں زیادہ سے زیادہ دخل دیتی ہیں۔ لیکن

انگریز قوم

نے اپنی حکومت کو ایسے اختیارات ہی نہیں دیئے۔ اور اس لئے برطانوی حکومت ایسے معاملات میں کم سے کم دخل دیتی ہے۔ میں اس وقت اس بحث میں نہیں پڑتا۔ کہ دونوں میں سے کونسا اصل بہتر ہے۔ چاہے میرے نزدیک فسطائی یا ناٹسی اصول ہی نسبتاً زیادہ صحیح ہوں۔ مگر بہرحال اللہ تعالےٰ نے ہمیں ایسی حکومت کے ماتحت رکھا ہے۔ کہ ہمارے لئے یہ موقعہ ہے۔ کہ حکومت سے ٹکراؤ کے بغیر اسلامی تعلیم کو جاری کر سکیں۔ اور پھر نظام کے ذریعہ اسے طاقت دے سکیں۔ اور اس سہولت کی موجودگی میں سمجھتا ہوں۔ الٰہی حکمت کے بغیر نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے جب کسی نبی کو مبعوث کرنا ہوتا ہے۔ تو ہزاروں سال پہلے اس کے لئے تغیرات کرتا ہے۔ اور اس طرح داغ بیل ڈالتا ہے۔ کہ اسے اپنے کاموں میں سہولت حاصل ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ برطانوی حکومت بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک رحمت ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ انگریز قوم کے افراد بہت نیک اور اسلام کی تعلیم کے قریب ہیں۔ ان میں بھی ظالم۔ غاصب۔ فاسق۔ فاجر اور ہر قسم کا خبث رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ اور دوسری قوموں میں بھی۔ جو چیز رحمت ہے وہ یہ ہے کہ یہ حکومت

افراد کی آزادی

میں بہت کم دخل دیتی ہے۔ اور وہ جن جن معاملات میں دخل نہیں دیتی۔ ان میں اسلام کی تعلیم کو قائم کرنے کا ہمارے لئے موقعہ ہے۔ پس یہ خدا تعالےٰ کا فضل ہے۔ کہ اس نے ایسی قوم کو ہم پر حاکم مقرر کیا۔ کہ جو افراد کے معاملات میں بہت کم دخل دیتی ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اگر ناٹسی یا فیسسٹ لوگ ہم پر حکمران ہوتے۔ تو وہ دوسرے معاملات میں انگریزوں سے بھی اچھے ہوتے۔ ممکن ہے وہ اللہ تعالےٰ کا خوف ان سے زیادہ رکھنے والے اور زیادہ عدل کرنے والے ہوتے۔ مگر انفرادی آزادی وہ اتنی نہ دیتے۔ جتنی انگریزوں نے دی ہے۔ وہ اشخاص کے لحاظ سے تو اچھے ہوتے۔ مگر سلسلہ کے لحاظ سے ہمارے لئے مضر ہوتے اور اس کے یہ معنی ہوتے۔ کہ جب تک اسلامی حکومت قائم نہ ہو جاتی۔ اسلامی تعلیم کو قائم کرنے کا دائرہ ہمارے لئے بہت ہی محدود ہوتا۔ اور اسلامی احکام میں سے بہت ہی تھوڑے ہوتے جن کو ہم قائم کر سکتے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہی معنوں کے لحاظ سے انگریزی حکومت کو رحمت قرار دیا ہے۔ اور اس قوم کی تعریف کی ہے۔ آپ کا یہ مطلب نہیں کہ انگریز انصاف زیادہ کرتے ہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ انصاف کے معاملہ میں کوئی دوسری حکومت اس سے اچھی ہو۔

قابلِ تعریف بات

یہی ہے۔ کہ اس قوم کے تمدن کا طریق یہ ہے۔ کہ اس نے اپنی حکومت کو انفرادی معاملات میں دخل اندازی کے اختیارات نہیں دیئے۔ پس اللہ تعالےٰ نے چاہا۔ کہ جس ملک میں اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کرنا تھا۔ وہاں ایسی قوم حاکم ہو۔ جو لوگوں کے معاملات میں کم سے کم دخل دینے والی ہو۔ پس انگریزوں کی حکومت اس لئے قابل تعریف نہیں کہ اس کے افسر باقی سب حکومتوں سے انصاف زیادہ کرنے والے ہیں۔ یا وہ اسلام کی تعلیم کے زیادہ قریب ہیں۔ بلکہ اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ افراد کے معاملات میں بہت ہی کم دخل دیتی ہے۔ ان کی خوبی مثبت قسم کی نہیں۔ بلکہ منفی قسم کی ہے۔ پس جیسا کہ میں نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بھی دوستوں کو توجہ دلائی تھی۔ انہیں چاہیئے۔ کہ ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ اسلامی تعلیم کو قائم کرنے کی کوشش کریں۔ یہ خیال کرکے بیٹھ رہنا بالکل نامناسب ہے۔ کہ

اسلامی تعلیم کا قیام

اسلامی حکومت کے ساتھ وابستہ ہے۔ ایسی باتیں تو سو میں سے دس ہونگی۔ جو اسلامی حکومت سے تعلق رکھتی ہیں۔ باقی نوّے ایسی ہیں۔ جو بغیر حکومت کے بھی قائم کی جا سکتی ہیں نوّے پر عمل کو اس وقت تک ترک کرنا کہ دس پر عمل کرنے کا وقت آ جائے۔ بے وقوفی ہے۔ جو شخص دس کی خاطر نوّے کو ضائع کر دیتا ہے۔ اس کی مثال اس لڑکے کی ہے۔ جسے اسکی ماں نے ایک پیسہ دیا تھا۔ کہ بازار سے تیل خرید لائے وہ گیا۔ دوکاندار نے اپنے پیمانہ کو بھر کر اسکے کٹورے میں تیل ڈالا چونکہ کٹورا چھوٹا اور تیل کچھ زیادہ تھا۔ اس لئے تیل بچ گیا۔ اور دوکاندار نے کہا۔ کہ یہ پھر کسی وقت لے جانا۔ مگر لڑکے نے کہا۔ کہ پھر کون آئے گا۔ میں ابھی لے جاتا ہوں۔ اور اس نے برتن الٹا دیا۔ اور اس کے پیندے پر جو چھوٹا سا خلا تھا۔ اس میں باقی تیل ڈالنے کو کہا۔ الٹا کرنے سے کٹورے کے اندر جو تیل تھا۔ وہ تو گر گیا۔ جب گھر پہنچا۔ تو اسکی ماں نے کہا کہ کیا اتنا تھوڑا تیل دوکاندار نے دیا ہے۔ لڑکے نے کہا۔ کہ نہیں۔ دوسری طرف بھی ہے۔ اور یہ کہکر برتن سیدھا کر دیا۔ جس سے پیندے والا تیل بھی گر گیا۔

پس ہم بھی اگر دس باتوں کے لئے نوّے کو ضائع کر دیں۔ تو ہماری مثال بھی اسی احمق کی سی ہوگی ہم اس لڑکے کی مثال کو سنتے اور ہنستے ہیں۔ مگر ہم میں سے کتنے ہیں۔ جو خود نوّے کو دس کی خاطر ضائع نہیں کر رہے۔ اللہ تعالےٰ نے

نوّے فیصدی امور ہمارے اختیار میں

دے دیئے ہیں۔ اور ایسے حاکم دیئے ہیں۔ جن کے ملک کا دستور یہ ہے۔ کہ وہ انفرادی آزادی میں کم سے کم دخل دیتے ہیں۔ دنیا میں بعض حکومتیں ایسی ہیں۔ جو افراد کے معاملہ میں زیادہ سے زیادہ دخل دیتی ہیں۔ تا اصلاح ہو۔ وہ کہتی ہیں کہ جب ایک بات میں ملک کا فائدہ ہے۔ تو کیوں لوگوں کو طاقت سے اس پر کاربند نہ کیا جائے۔ مگر بعض دوسری حکومتوں کا اصول یہ ہے۔ کہ جب تک انفرادی معاملات میں کم سے کم دخل نہ دیا جائے۔ افراد کی قوت قائم نہیں رہ سکتی۔ اور ان کی ذہنی ترقی رک جاتی ہے۔ اور لوگ محض ایک مشین بن کر رہ جاتے ہیں۔ اور انگریزوں کی قوم اس آخری اصول کی کاربند ہے۔

اس کے برخلاف جرمن حکومت کا اصول یہ ہے۔ کہ جب ایک بات مفید ہے۔ تو اس بات کا انتظار کیوں کیا جائے۔ کہ لوگ اس کے ذریعہ خود اپنی اصلاح کر لیں گے۔ اور اپنے اپنے طور پر کوشش کرکے اس پر کاربند ہو جائینگے کیوں نہ حکومت خود اسے قائم کرے۔ اور جتنا چاہے۔ دخل دیدے۔ اور اسلامی ترقی کیلئے ہندوستان میں زیادہ مفید وہی حکومت ہو سکتی تھی۔ جو کم سے کم دخل دے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے یہاں

انگریزی حکومت

کو قائم کر دیا۔ ہندوستان میں اس کے بجائے اگر کوئی اور حکومت ہوتی۔ تو یہ تو ممکن تھا۔ کہ ہندوستان دیگر لحاظ سے بہت ترقی کرتا۔ یہاں کی اقتصادی حالت اچھی ہوتی۔ یا تجارت ترقی کرتی۔ یا یہ کہ آج ہندوستان میں زیادہ کارخانے ہیں۔ اس سے کئی گنا زیادہ کارخانے ملک میں کھل جاتے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انگریزی حکومت نے دو سو سال میں ہندوستان میں اتنا کام نہیں کیا۔ جتنا اٹلی نے دو سال کے عرصہ میں حبشہ میں کیا ہے۔ پس اگر کوئی اور حکومت یہاں ہوتی۔ تو ممکن ہے۔ بعض اور لحاظ سے ہندوستان کو زیادہ ترقی حاصل ہو جاتی۔ مگر

قومی اور شخصی اصلاح

کے کاموں میں وہ آزادی ہرگز نہ ملتی۔ جو انگریزی حکومت کے ماتحت اسے حاصل ہے +

غرض اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ کہ ہم اسلامی تعلیم کے قیام کے دائرہ کو بہت وسیع کر سکتے ہیں۔ اور اگر ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھی ہم ان کو قائم نہ کریں۔ تو یہ ایک بہت بڑی حماقت ہوگی۔ انگریزی حکومت میں پرائیویٹ مدرسے جاری کرنے کی اجازت ہے۔ مگر جرمنی میں نہیں۔ وہاں سب کو سرکاری مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ایسے ملک میں

دینی تعلیم کا انتظام

نہیں ہو سکتا۔ روس میں پادری شور مچا رہے ہیں۔ کہ ہمیں مذہبی تعلیم کی اجازت نہیں دی جاتی مگر حکومت کہتی ہے۔ کہ بائبل کی تعلیم دینا کسی کے لئے روٹی کے سوال کو حل نہیں کرتا۔ اس لئے ہم تم کو یہ اجازت نہیں دے سکتے۔ کہ ایک شخص کو ناکارہ بنا دو۔ ایسی تعلیم جوان ہونے کے بعد دی جا سکتی ہے۔ ہمیں تو ایسے آدمی کی ضرورت ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ روپیہ تجارت اور صنعت و حرفت کے ذریعہ دوسرے ممالک سے کھینچ سکے۔ اب دیکھو۔ اگر کوئی ایسی ہی حکومت یہاں ہوتی۔ تو ہم نہ احمدیہ سکول جاری کر سکتے۔ اور نہ مبلغین کے لئے جامعہ احمدیہ کے ذریعہ تعلیم کا انتظام کر سکتے۔ حکومت سب کو جبراً انگریزی سکولوں میں تعلیم دلاتی۔ اور دینی تعلیم کے لئے کوئی موقعہ نہ رہتا۔ سوائے اس کے کہ گریجوایٹ بن جانے کے بعد پھر نوجوانوں کی دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا جاتا۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ہندوستان میں بھی یہ آزادی کب تک قائم رہے۔ اب یہاں

ملکی حکومت

قائم ہو رہی ہے۔ اور بعض وزراء نے اپنی تقریروں میں ان خیالات کا اظہار کیا ہے۔ کہ پرائیویٹ مدرسے بند کر دینے چاہئیں۔

پس پیشتر اس کے کہ وہ دن آئیں۔ یا ان کے آنے میں ہم روک بننے کے اہل نہ رہ سکیں۔ ہمیں اسلامی تعلیم کو اس طرح اپنے اندر قائم اور جاری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کر لینا چاہیئے۔ کہ اگر

دینی سکول

توڑ بھی دیئے جائیں۔ تو ہر احمدی اپنی جگہ پر پروفیسر اور فلاسفر ہو۔ جو اپنے بچوں کو گھر میں وہی تعلیم دے۔ جو ہم نے سکولوں میں دینی ہے۔ اس وقت جو بچے ہوں۔ وہ اپنی ماؤں سے اور باپوں سے۔ اور بھائیوں بہنوں سے وہی باتیں سنیں۔ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے منہ سے نکلی ہیں۔ اس طرح وہ وقت جو بچوں کو گھر میں والدین کے پاس رہنے کے لئے ملتا ہے۔ اسی میں ان کی دینی تعلیم و تربیت ہو سکے گی۔ ماں باپ سے ملنے کا وقت بچوں کو سخت سے سخت حکومتوں کے ماتحت بھی ملتا ہے حتیٰ کہ روس میں بھی جہاں بہت پابندیاں ہیں۔ والدین سے بچوں کو ملنے کی اجازت ہے پس اگر کوئی ایسا وقت آ بھی جائے۔ جب دینی تعلیم کا انتظام حکومت ہمیں کرنے نہ دے۔ اس وقت وہ وقت جو بچے والدین کے پاس گذاریں۔ ان کی دینی تعلیم کو مکمل کرنے کا ذریعہ بن جائے۔ اس کے علاوہ

علم النفس کا بھی ایک نکتہ

ہے۔ جسے ہم کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ جب کسی قوم کے اندر کوئی اچھی تعلیم قائم ہو جائے۔ تو وہ بجائے خود ایک خاموش تبلیغ کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اگر ہماری جماعت غلط خیالات پر مصر نہ رہے۔ قرآن کی تعلیم کے متعلق یہ نہ کہے۔ کہ ہے تو وہ اچھی۔ مگر اس سے ہر موقعہ پر گزارہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسے ہر حال میں قائم کرے اور اس پر عمل کرے۔ اور اس طرح دنیا کو اسے دیکھنے کا موقعہ دے۔ تو چونکہ وہ بہت اچھی تعلیم ہے۔ دیکھنے والوں کے دل میں خود بخود یہ خیال پیدا ہوگا۔ کہ ہمیں بھی اسے اختیار کرنا چاہیئے۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ بعض چیزیں اخلاق کے لحاظ سے سخت مضر ہوتی ہیں۔ بعض صحت کے لحاظ سے مضر ہوتی ہیں۔ مگر چونکہ وہ بظاہر اچھی نظر آتی ہیں۔ اس لئے لوگ خود بخود انہیں اختیار کرتے جاتے ہیں۔ بھلا کبھی کوئی مبلغ کسی جگہ لوگوں کو یہ تلقین کرنے کے لئے گیا ہے۔ کہ مانگ نکالا کرو۔ مگر دیکھ لو۔ ماں باپ بھی سمجھاتے ہیں۔ استاد بھی منع کرتے ہیں۔ اور لوگ بھی کہتے رہتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے تمہیں مرد بنایا ہے یہ عورتوں والی ہیئت کیوں بناتے ہو۔ مگر آج کل کے لڑکے ہیں۔ کہ اس سے کسی صورت نہیں رکتے۔ جس کے پاس کوئی اعلےٰ قسم کا تیل نہ ہو وہ بازار سے ایک پیسے کا کڑوا تیل ہی لے آئیگا اور ٹوٹی ہوئی کنگھی کے ساتھ ٹیڑھی مانگ نکال کر اس طرح اکڑ اکڑ کر چلے گا۔ کہ گویا بادشاہ نے اسے

وزیر اعظم مقرر کر دیا ہے۔ پھر کبھی کسی نے دیکھا ہے۔ کہ لیکچرار لیکچر دیتے پھرتے ہوں۔ کہ داڑھیاں منڈاؤ۔ مگر جب

ایک ہندوستانی نوجوان

ایک انگریز کو دیکھتا ہے۔ کہ داڑھی منڈائے ہوئے اور پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال کر پھر رہا ہے۔ تو وہ خود بخود چاہتا ہے۔ کہ میں محمد ابراہیم نہ رہوں۔ بلکہ ٹامسن ہو جاؤں۔ کیونکہ وہ عزت والا ہے۔ اور اسکی نقل کرنے سے میں بھی شاید عزت والا سمجھا جانے لگوں۔ اور اسے اگر سیفٹی ریزر نصیب نہ ہو۔ تو وہ دلیسی کند استرے سے اپنی ٹھوڑی پر خواہ دس زخم کیوں نہ کرے۔ لیکن بال ضرور نوچ ڈالے گا۔ تا وہ بھی مسٹر ٹامسن معلوم ہو۔ کیونکہ اسے اس میں ایک خوبصورتی نظر آتی تھی چونکہ اسے اپنی مرعوب شدہ آنکھوں سے وہ دیکھتا ہے۔ مسٹر ٹامسن خوبصورت نظر آتا ہے۔ اس لئے جھٹ اسکی نقل کرتا ہے۔ سو تم اگر اسلام کی تعلیم کو عملی طور پر دنیا کے سامنے پیش کرو۔ خدا تعالےٰ کی صفات کو پیش کرو۔ تو کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ لوگ انہیں اختیار نہ کریں گے۔ اور تمہاری نقل نہ کرنے لگیں گے۔ مجھے انہی دنوں میں

یورپ سے ایک مبلغ کی چٹھی

آئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ میری ایک ایسے شخص سے ملاقات ہوئی۔ جو روسی نظام حکومت کا قائل تھا۔ اور خیال رکھتا تھا۔ کہ اسکو قائم کئے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا لیکن میں نے جب اس کے سامنے آپ کی کتاب احمدیت سے اسلامی نظام حکومت والا حصہ رکھا۔ اور اسے کہا۔ کہ ان دونوں کا مقابلہ کرو۔ اور دیکھو۔ کہ سوویٹ سکیم میں جو نقص ہیں۔ وہ اس میں دور کر دیئے گئے ہیں یا نہیں۔ اور اس کی خوبیاں اس میں موجود ہیں یا نہیں۔ تو وہ کہنے لگا۔ کہ ہاں اگر ایسی حکومت دنیا میں قائم ہو سکے۔ تو پھر کسی اور کی ضرورت نہیں۔ اس دوست نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔ اور لکھا ہے۔ کہ میرے لئے ایسے خیالات کے آدمی سے ملاقات کا پہلا موقعہ تھا۔ اور اسلام کی تعلیم نے جس طرح اس پر اثر کیا۔ اس سے مجھے خیال ہوا۔ کہ یہ کس طرح

دلوں کو موہ لینے والی تعلیم

ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ہم اسے دنیا کے سامنے پیش ہی نہیں کرتے۔ منہ سے تو کہتے ہیں۔ کہ یہ تعلیم بہت اچھی ہے۔ مگر چھوٹی چھوٹی باتوں میں کہ جو سب کو نظر آنے والی ہوتی ہیں۔ عملی طور پر انہیں پیش نہیں کر سکتے۔ ہم میں سے بہت

سے ہیں۔ جن کو یہ بھی علم نہیں۔ کہ ماں باپ اور بیٹوں کے باہمی تعلقات کے متعلق اسلام نے کیا تعلیم دی ہے۔ ہمسایوں کے متعلق کیا تعلیم دی ہے۔ کونسے اصول ہیں۔ جن کی پابندی ضروری رکھی ہے۔ مگر ان کی پابندی کا کبھی خیال بھی ہمارے دل میں نہیں آتا۔ منہ سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہیں۔ اور خیال کر لیتے ہیں۔ کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ ہماری مثال اس کمزور ہندو کی ہے جس کا مذہب اسے صبح ہی صبح دریا پر نہانے کا حکم دیتا ہے۔ مگر سردی کی وجہ سے اس کے لئے چونکہ یہ مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ پانی کی گڑوی اپنے سر کے اوپر پھینکتا ہے اور خود کود کر آگے ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح اس کا بدن خشک ہی رہتا ہے۔ بعینہٖ یہی حالت ہماری ہے۔ ہم اسلامی تعلیم کی گڑوی اس طرح اوپر پھینک کر خود آگے چھلانگ لگا جاتے ہیں۔ کہ اس کا کوئی چھینٹا بھی ہمارے اوپر نہیں گرتا۔ اور اس کے باوجود دل میں خوش ہوتے ہیں۔ کہ

اسلامی تعلیم پر عمل پیرا

ہیں۔ پس میں دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اب وقت آ گیا ہے۔ کہ جلسہ سالانہ پر جس بات کا وعدہ انہوں نے کیا تھا۔ اسے عملی رنگ میں پورا کریں۔ میں علماء سے بھی یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ

اسلامی تمدن کا پوری طرح مطالعہ

کریں۔ اور قرآن کریم اور احادیث سے اس کے احکام کو اچھی طرح مستنبط کریں۔ اور پھر دیکھیں۔ کہ اس کا کونسا حصہ ایسا ہے۔ جس پر ہم آج بھی عمل کر سکتے ہیں۔ اور پھر اسے جماعت کے سامنے بار بار پیش کریں۔ اور لوگوں کے دماغوں میں اسے اس طرح ٹھونسنے کی کوشش کریں۔ کہ پھر وہ نکل ہی نہ سکے۔ ہم میں سے ہر فرد کو جس طرح یہ معلوم ہے۔ کہ میں احمدی ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام راستباز ہیں۔ اسی طرح ہر زمیندار احمدی تک کو یہ علم ہونا چاہیئے۔ کہ اس کے بیوی بچوں کے اس پر کیا حقوق ہیں۔ اور ان کے متعلق اس پر کیا ذمہ واریاں ہیں۔ زراعت کے متعلق امانت و دیانت کے متعلق۔ لین دین کے متعلق دوسروں سے سلوک کے متعلق اسلام نے کیا تعلیم دی ہے۔ اور یہ چیزیں اسے اس طرح یاد ہوں۔ کہ آپ ہی آپ اس کے منہ سے نکلتی جائیں۔ اور اس کے اعمال سے ظاہر ہوتی رہیں۔ اور اس کے اندر اس طرح راسخ ہو جائیں۔ کہ ان کا نکالنا مشکل ہو۔ جو بات اچھی طرح

دل میں گڑ جائے۔ پھر اس کا نکالنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کوئی شخص ہندو سے مسلمان ہؤا تھا۔ کسی مجلس میں بیٹھا تھا۔ جس طرح مسلمانوں میں اچنبھے کی کوئی بات سنکر اگر وہ بری ہو تو استغفر اللہ اور اچھی ہو۔ تو سبحان اللہ کہتے ہیں۔ اسی طرح ہندوؤں میں رام رام کہتے ہیں۔ اس مجلس میں کسی نے کوئی اچنبھے کی بات کہی۔ تو اس کے منہ سے بے اختیار رام رام نکل گیا۔ کسی نے کہا۔ کہ مسلمان ہو کر بھی رام رام ہی کہتے ہو۔ تو اس نے جواب دیا۔ کہ میری زبان پر اللہ تعالےٰ کا لفظ تو آہستہ آہستہ ہی جاری ہوگا۔ اور رام رام ذرا مشکل سے ہی نکلے گا تو انسان کو جس بات کی عادت پڑ جائے اس کا نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے اگر ہماری جماعت تعاون کے ساتھ اس بات کے پیچھے پڑ جائے۔ کہ اسلامی تعلیم کو رائج کرنا ہے۔ اس کے متعلق کتابیں لکھی جائیں سوال و جواب کے رنگ میں

چھوٹے چھوٹے رسالے

شائع کئے جائیں۔ جس طرح پکی روٹی یا اور اسی قسم کی پنجابی کتابیں موجود ہیں۔ مجھے یہ تو معلوم نہیں۔ کہ ان میں کیا ہے۔ لیکن بہر حال ایسی چھوٹی چھوٹی کتابیں جن میں سوال و جواب کی صورت میں اسلامی باتیں سکھائی گئی ہوں۔ تو ایسی کتب اس مقصد کے حصول کے لئے بہت مفید ہو سکتی ہیں۔ اس لئے پنجابی میں اردو میں نظم میں نثر میں ایسی باتیں لوگوں کے ذہن نشین کی جائیں۔ کہ فلاں موقعہ پر کیا کرنا چاہیئے۔ فلاں بات یوں کرنی چاہیئے۔

غصہ کے وقت

جو جذبات انسان کے ہوتے ہیں۔ ان کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا کرنا چاہیئے۔ مثلاً رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر غصہ آ جائے۔ تو بیٹھ جاؤ۔ پھر بھی غصہ فرو نہ ہو۔ تو ٹھنڈا پانی پیؤ۔ پھر بھی اگر غصہ دور نہ ہو۔ تو وہاں سے ہٹ جاؤ۔ اب اگر یہ باتیں لوگوں کو اچھی طرح یاد کرا دی جائیں۔ تو روز مرہ کے وعظوں کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ سکتی۔ ناممکن ہے۔ کہ ان سب باتوں پر انسان عمل کرے۔ اور پھر بھی اس کا غصہ دور نہ ہو۔ ان سب باتوں کے کرنے کے دوران میں ضرور کسی نہ کسی نماز کا وقت آ جائیگا۔ اور اگر انسان نماز با ترجمہ جانتا ہو۔ تو ضروری ہے۔ کہ نماز کے وقت اس کا غصہ دور ہو جائے۔ پھر ایک صورت غصہ کی یہ ہو سکتی ہے۔ کہ جس بات کے متعلق غصہ ہے۔ وہ مستقل نقصان کا موجب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو سکتی ہو۔ اور ہو بھی میاں بیوی کے درمیان۔ اس حالت کے متعلق بتایا جائے۔ کہ اسلامی تعلیم کی رو سے مسلمان کو کیا کرنا چاہیئے۔ مثلاً یہ کہ ایسے موقعہ پر اسلام کا حکم ہے۔ کہ حکماً من اھلہ وحکماً من اھلھا۔ مقرر کرو۔ یہ ایک ایسا حکم ہے۔ جس پر عمل کی ضرورت میرے خیال میں ہزاروں کو پیش آتی رہتی ہے۔ مگر وہ اس پر عمل نہیں کرتے۔ کیونکہ انہیں علم ہی نہیں ہوتا۔ لوگ کرتے کیا ہیں۔ جب غصہ آیا۔ جھٹ کہہ دیا طلاق طلاق۔ طلاق۔ تین طلاق۔ دس طلاق۔ سو طلاق۔ ہزار طلاق۔ تم میری ماں ہو۔ بہن ہو۔ حالانکہ اس سے زیادہ بیہودہ بات کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک وقت میں تو تین طلاقیں جائز ہی نہیں ہیں۔ مگر لوگ اس طرح طلاق طلاق کہتے چلے جاتے ہیں۔ کہ گویا اس عورت کو سوٹے لگ رہے ہیں۔ اور انہیں وہ ذرائع معلوم ہی نہیں۔ جو غصہ کو فرو کرنے کے ہیں۔ اور پھر انہیں یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ

مستقل نقصان کی صورت

میں اگر اس کا بیوی کے ساتھ۔ بھائی۔ بہن۔ ماں باپ یا ہمسایہ کے ساتھ جھگڑے سے تعلق ہو تو اس کے متعلق کیا کیا احکام ہیں۔ حالانکہ اگر ان باتوں کا علم ہو۔ تو انسان بہت سی پریشانیوں سے بچ سکتا ہے۔ پھر یہ پتہ نہیں۔ کہ بیٹے کی جائیداد کے معاملہ میں ماں باپ کے لئے کیا حکم ہے۔ شریعت نے بیٹے کی جائیداد پر والدین کا اختیار نہیں رکھا۔ اولاد کو یہ اخلاقی تعلیم دی ہے۔ کہ والدین کی خدمت کرے۔ مگر یہ نہیں۔ کہ جس طرح چاہیں۔ اسکی جائیداد کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اگر ماں باپ کو ایسا حق ہوتا۔ تو ان کے لئے شریعت زکوٰۃ کو جائز نہ رکھتی۔ کیونکہ اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے لئے جائز نہیں۔ پھر بیٹے کی جائیداد میں باپ کے لئے شریعت نے ورثہ رکھا ہے۔ اور انسان اپنے ہی مال کا وارث نہیں ہوا کرتا۔ پھر

نکاح کے متعلق

باپ کی مرضی کو شریعت نے ایک حد تک ضروری رکھا ہے۔ اور اگر اسکی مرضی کے خلاف ہو۔ تو باپ کہہ سکتا ہے۔ کہ بیوی کو طلاق دے دے۔ مگر شادی ہو جانے کی صورت میں وہ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ بیوی سے تعلق نہ رکھو۔ یا اس سے علیحدہ رہو۔ اگر لوگوں کو شریعت کے احکام کا علم ہو۔ تو اب اگر وہ نو سو ننانوے نافرمانیاں ہزار میں سے کرتے ہیں۔ تو پھر یقیناً ایک رہ جائے۔ اور وہ بھی کبھی جوش کی حالت میں۔ جوش کی حالت میں کسی بات کا نظر انداز ہو جانا اور بات ہے۔ لیکن عدم علم کی وجہ سے تو کئی احکام کی تعمیل سے انسان رہ جاتا ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ کہ ان امور کی طرف ہماری جماعت کے دوستوں کی کوئی توجہ نہیں۔ نہ ذمہ دار افسر توجہ کرتے ہیں۔ نہ علماء نہ مدرس۔ اور نہ انجمن کے ناظر۔ حالانکہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی اصل غرض

جو آپ کو الہام میں بتائی گئی۔ یہی ہے۔ کہ یحیی الدین ویقیم الشریعۃ۔ کہ وہ دین کو زندہ اور شریعت کو قائم کریگا۔

پس ہمارا فرض ہے۔ کہ شریعت جو مٹ چکی ہے جو ہزاروں پردوں کے نیچے چھپ گئی ہے۔ مسلمانوں کے نہ عوام اس پر عمل پیرا ہیں۔ اور نہ علماء بلکہ ان کا علم بھی کسی کو نہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے تو کہا تھا۔ کہ فریسی جو کہتے ہیں۔ وہ کرو۔ جو کرتے ہیں۔ وہ نہ کرو۔ مگر اب تو یہ حالت ہے کہ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے کہ جو کہا جاتا ہے وہ بھی اسلام کے خلاف ہے۔ اور جو کیا جاتا ہے وہ بھی خلاف ہے۔ پس

ہمارا فرض

ہے۔ کہ ہزاروں توہمات اور رسومات کے نیچے دبے ہوئے اسلامی آثار کو پھر نکالیں۔ انگریز لاکھوں من مٹی کو کھدواتے ہیں۔ اور جب نیچے سے قدیم زمانہ کا ایک مٹی کا پیالہ بھی مل جاتا ہے۔ تو بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور پھولے نہیں سماتے مگر ہماری تو ساری جائیدادیں ہی مٹی کے نیچے دفن ہیں۔ کیا ہمیں ان کے نکالنے کی کوئی فکر نہ کرنی چاہیئے۔ شریعت کے ایسے ایسے مخفی خزانے زمین کے نیچے دفن ہیں۔ کہ جن کی قیمت کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔ انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں۔ جس کے لئے مفصل ہدایات موجود نہ ہوں۔ اور جو ایسی روشن نہ ہوں۔ کہ جنہیں دیکھکر تیز سے تیز نظر والے انسان کی آنکھیں بھی چندھیا نہ جائیں۔ مگر یہ سب خزانے رسوم اور جہالتوں اور نسیان کی مٹی کے نیچے دفن ہیں۔ اور ایک بے قیمت چیز کی طرح پڑے ہیں اور انہیں نکالنے کی طرف ہماری توجہ بالکل نہیں اور اس کام سے بالکل بے فکر ہیں۔

پس میں احباب جماعت کو ان کا عہد یاد دلاتا ہوں جو

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر

انہوں نے کیا تھا۔ اور یہ ہدایت کرتا ہوں۔ کہ میرے اس خطبہ کو ہر جگہ تمام دوستوں کو اکٹھا کر کے سنایا جائے۔ اور ان سے پھر عہد لیا جائے کہ وہ اسلامی تمدن اور اسکی تعلیم کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں گے۔ جلسہ سالانہ کی تقریر تو معلوم نہیں۔ کب تک چھپے۔ گذشتہ سال کی تقریر بھی ابھی تک مجھے نہیں پہنچی۔ اس لئے دوست کوشش کریں۔ کہ یہ خطبہ ہر ایک احمدی تک پہنچ سکے۔ یوں بھی جلسہ سالانہ پر سب لوگ نہیں آ سکتے۔ بہت سے احمدی ہیں۔ جنہوں نے اس تقریر کو نہیں سنا۔ پھر قادیان کے بھی کئی احمدی ہیں۔ جو انتظامات جلسہ کی وجہ سے یہ تقریر نہیں سُن سکے۔ اس لئے قادیان کی سب مساجد میں بھی اس خطبہ کو بار بار پڑھ کر سنایا جائے اور جلسہ پر جو عہد لئے گئے تھے۔ انہیں بھی دہرایا جائے۔ اور پھر جماعت سے وعدہ لیا جائے۔ کہ وہ اس پر عمل کریں گے۔ اور

احیاءِ دین اور قیام شریعت

کی بنیادوں کو مضبوط کریں گے۔ تا قلیل سے قلیل عرصہ میں وہ تمدن قائم ہو جائے۔ جس کو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور جس کو قائم کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔

پس ہر جگہ یہ خطبہ سب دوستوں کو جمع کر کے سنایا جائے۔ قادیان میں بھی کئی مساجد میں نماز ہوتی ہے۔ اس لئے یہاں بھی ہر مسجد میں اسے سنایا جائے۔ اور دوبارہ سب سے وعدے لئے جائیں۔ کہ وہ اسکی ہدایتوں کے مطابق عمل کریں گے بیرونی جماعتوں میں کثرت سے ایسے لوگ ہیں۔ جو جلسہ کے موقعہ پر نہیں آئے تھے۔ اس لئے اس امر کی ضرورت ہے۔ کہ اس خطبہ کو لوگوں تک پہنچایا جائے۔ اور اسے سنا کر

لوگوں سے اقرار

لئے جائیں۔ کہ وہ آئندہ اسلامی تمدن اور تہذیب کے مطابق عمل کریں گے۔ اور جہاں تک حکومت کا قانون ان کو اجازت دیتا ہے۔ تمدنی۔ معاشی معاشرتی اور دوسرے معاملات میں اسلامی تعلیم کو رائج کریں گے۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں۔ بعض چیزیں جو دل میں گڑھ جاتی ہیں۔ ان کا نکالنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے اس کام پر سخت جدوجہد کرنی ہوگی۔ مثلاً بددیانتی اور محنت نہ کرنے کا مرض ہے۔ یہ ایسا مرض ہے جو بہت ہی خطرناک اور بہت سے نقصانات کا موجب ہے اور یہ ہماری جماعت میں بھی پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ دوسروں سے بلاوجہ روپیہ لے لیتے ہیں۔ اور پھر ادا کرنے کے وقت ہنس کر کہدیتے ہیں۔ کہ ضائع ہو گیا۔ بعض امانتیں رکھ لیں گے۔ مگر پھر ادا نہیں کریں گے۔ اور ان چیزوں کو دور کرنے کے لئے ہمارے دوستوں کو بہت سی لڑائی اپنے نفسوں سے اور دوسروں سے کرنی پڑیگی۔ لیکن نتیجہ نہایت اچھا ہوگا۔ کیونکہ اگر ہماری جماعت اپنی

دیانت کا سکہ

بٹھا دے۔ اور اس لحاظ سے اپنی شہرت قائم کرلے۔ تو اقتصادی مشکلات کا خود بخود حل ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں لوگ خود آ آ کر ان کو روپیہ دیں گے۔ جب دہلی کا غدر ہوا ہے۔ اسوقت دہلی میں حکیموں کا خاندان دیانت کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ اب تو میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ انہوں نے اپنا وہ معیار قائم رکھا ہوا ہے یا نہیں۔ لیکن ان دنوں میں اس لحاظ سے ان کی شہرت بہت تھی۔ اور ان کی بات بنک کی رسید سمجھی جاتی تھی۔ جب غدر ہوا۔ اس زمانہ میں اس خاندان کے بڑے غالباً حکیم محمود خاں صاحب تھے۔ جو پٹیالہ کے شاہی طبیب بھی تھے۔ اور ریاست پٹیالہ کی فوجیں انگریزوں کی فوجوں سے مل کر باغیوں سے لڑ رہی تھیں۔ جب دلی فتح ہوئی۔ تو ایسے موقعوں پر چونکہ لوٹ مار ہوتی ہے۔ اس لئے مہاراجہ پٹیالہ نے انگریز افسروں کو کہلا بھیجا۔ کہ ہمارے حکیم صاحب کے مکان پر ایک گارد رہے گی۔ تا ان کا مکان کوئی نہ لوٹ سکے۔ چنانچہ پٹیالہ کی فوج کی گارد ان کے مکان پر پہرہ دینے لگی۔ لوگ اپنی جانیں بچانے کیلئے شہر سے بھاگ رہے تھے۔ اور جاتے جاتے اپنے قیمتی اموال کی پوٹلیاں معہ اپنے پتہ وغیرہ کے ان کی ڈیوڑھی میں پھینک جاتے تھے۔ چونکہ گارد کی وجہ سے اندر جانا یا بات کرنا مشکل تھا۔ اس لئے بھاگتے بھاگتے ڈیوڑھی میں پھینک جاتے تھے۔ میں نے اپنے ننھیال کے رشتہ داروں سے یہ باتیں سنی ہیں۔ کہ امن قائم ہونے پر جب لوگ واپس آئے تو ہر ایک کی امانت اسے مل گئی۔

ملک میں بددیانتی

عام ہونے کی وجہ سے یہ بات بہت ہی عجیب معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر دنیا میں اسلامی تعلیم قائم ہوتی۔ اور معیار اس کے مطابق ہوتا۔ تو یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ پس اگر ہماری جماعت کے اندر

امانت کی روح

قائم ہو جائے۔ تو پھر یہ سوال ہی باقی نہیں رہتا کہ روپیہ کہاں سے آئے۔ میں مانتا ہوں۔ کہ سب بددیانت نہیں ہیں۔ لیکن جب سو میں سے دس بددیانت ہوں۔ تو باقیوں کی امانت بھی مشتبہ ہو جاتی ہے۔

یہ چیزیں ایسی ہیں۔ جو نظام کے ذریعہ سے ہی قائم کی جا سکتی ہیں۔ بغیر نظام کے نہیں مثلاً اگر بددیانت کو سزا نہ دی جائے۔ تو اس کا انسداد نہیں ہو سکتا۔ مگر اب کیا ہوتا ہے۔ اگر کسی کے خلاف بددیانتی کی وجہ سے کارروائی کی جائے۔ تو محلہ کے آدھے لوگ اسکی تائید میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور جب یہ حالت ہو۔ تو کسی کو سبق کیسے مل سکتا ہے۔ اور اس بدی کو کیسے مٹایا جا سکتا ہے۔ انگلستان کے تاجر اس بات میں مشہور ہیں۔ کہ وہ دھوکا نہیں کرتے اور اس شہرت کی وجہ سے وہ فائدہ بھی بہت اٹھاتے ہیں۔ وہ امانت اور دیانت سے تجارت اس وجہ سے نہیں کرتے۔ کہ وہ اسکو مذہباً اچھا سمجھتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں۔ بلکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ ان کو چھوڑنے سے ہماری تجارت کو نقصان پہنچے گا۔ مذہب کے وہ اتنے قائل نہیں ہوتے۔ مگر تجارتی مفاد کیلئے اس حکم پر سختی سے عمل کرتے ہیں۔ اس لئے تجارتی دنیا میں ان کی بات کو بہت پختہ سمجھا جاتا ہے۔ ان میں بھی بد دیانت لوگ ہیں۔ مگر بہت بڑی کثرت چونکہ دیانت سے کام کرنے والوں کی ہے۔ اس لئے وہ اپنی قومی ساکھ کو قائم رکھ رہے ہیں۔ تو

قومی دیانت سے

ایسا اعتبار قائم ہو جاتا ہے۔ کہ غیر قوموں کے لوگ بھی خود آ آ کر روپیہ دیتے ہیں۔ مسلمانوں میں جب تک دیانت قائم تھی۔ تجارت کا یہی اصول تھا۔ جب تاجروں کا قافلہ روانہ ہونے لگتا۔ تو لوگ خود آ آ کر روپیہ دے جاتے تھے۔ وہ لے آتے تھے۔ اور پھر واپس جا کر منافع ان میں تقسیم کر دیتے تھے۔ آج لوگ کہتے ہیں۔ ہم تجارت کس طرح کریں۔ حالانکہ اگر قومی دیانت قائم ہو جائے۔ تو وہ لاکھوں روپیہ جو لوگوں کے گھروں میں پڑا ہے۔ فوراً باہر آ سکتا ہے۔ یہاں قادیان میں ہی لوگوں کے پاس کافی روپیہ ہے۔ اگرچہ تنخواہیں اور آمدنیاں کم ہیں۔ مگر ہم چونکہ کفایت سے گذارہ کرنا سکھاتے ہیں۔ اور اسراف سے روکتے ہیں۔ اس لئے لوگ کچھ نہ کچھ پس انداز کر لیتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ جب کسی نفع مند سودا کا موقعہ ہو۔ تو لوگ مجھے لکھتے ہیں۔ کہ سفارش کریں۔ یہ ہمیں حاصل ہو جائے۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ کسی ایسے موقعہ پر باہر سے کسی کی طرف سے انتظار کرنا پڑے۔ اگر ایک ہزار کی جائیداد کے متعلق دس بھی ایسی درخواستیں آئیں۔ تو اس سے یہ تو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ان دس لوگوں کے پاس دس ہزار روپیہ موجود ہے۔ پس اگر لوگوں کو یہ یقین ہو جائے۔ کہ دوسروں کے ہاتھ میں جا کر ان کا روپیہ محفوظ رہے گا۔ تو نہ صرف احمدی بلکہ دوسری قوموں کے لوگ بھی بخوشی اپنا روپیہ دے سکتے ہیں۔ مگر یہ بات انفرادی دیانت سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ شہرت ہمیشہ قومی دیانت ہی پکڑتی ہے۔ اور اسی وقت لوگ اپنا روپیہ دینے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں۔ جب یہ بات عام طور پر تسلیم کی جا چکی ہو کہ

احمدی بد دیانت نہیں ہو سکتا

میں بتا چکا ہوں۔ کہ انگلستان کے تاجر اپنی اس دیانت کی وجہ سے تمام دنیا سے مال و دولت اکٹھی کر کے لے گئے ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ان کے ساتھ معاملہ کرنے میں دھوکا کا خطرہ نہیں۔ اس لئے وہ سودا دو پیسے گراں سے لیگا۔ مگر لیگا انگلستان سے ہی۔ تو بعض باتیں بظاہر چھوٹی ہوتی ہیں۔ مگر وہ اقوام کی حالت کو بدل کر رکھ دیتی ہیں۔ جس طرح دیانت قوم کی مالی حالت کو بہتر بنا دیتی ہے۔ اسی طرح بد دیانتی سے نقصان پہنچتا ہے۔ ایک شخص جو ایک روپیہ کسی کا کھا جاتا ہے۔ وہ تو خیال کرتا ہے۔ کہ میں نے ایک روپیہ کھایا۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ ایک نہیں ایک کروڑ بلکہ ایک ارب کھاتا ہے۔ کیونکہ اس کے ایک روپیہ کھانے کے یہ معنے ہیں۔ کہ قومی دیانت پر حرف آئے گا۔ اور قومی دیانت کی شہرت کی صورت میں دوسروں سے جو کروڑہا روپیہ حاصل کیا جا سکتا تھا۔ وہ نہ مل سکے گا۔ کیونکہ اسکی بد دیانتی سے قومی دیانت کے متعلق شکوک پیدا ہو جائیں گے۔

پس یہ معمولی باتیں نہیں ہیں۔ اور نہ معمولی کوشش سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ اور اگر تم انہیں اپنے اندر پیدا کر لو۔ تو پھر حکومتیں بھی اور بادشاہتیں بھی تمہارے سامنے جھکیں گی۔ اور سمجھیں گی۔ کہ ان سے ملنے میں فائدہ ہے۔ اسی طرح اگر تم سچائی کا معیار بلند قائم کر لو۔ تو اگر ایک شخص تم پر الزام لگانے والا ہو تو سو اسکی تردید کے لئے کھڑا ہو جائیگا۔ اور کہے گا۔ کہ ہرگز نہیں۔ احمدی جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ اخلاقی لحاظ سے اصولی صداقتیں چار ہیں۔ دیانت۔ صداقت۔ محنت اور قربانی۔ اور اگر یہ چار تم اپنے اندر پیدا کر لو۔ تو یقیناً تم کامیاب ہو سکتے ہو۔ جس طرح اللہ تعالےٰ کی انسان سے تعلق رکھنے والی ابتدائی صفات چار ہی ہیں۔ اسی طرح یہ

یہ چار اصولی صداقتیں

ہیں۔ جن کے ماتحت سارے اخلاق آجاتے ہیں میں اس مضمون کو زیادہ وضاحت سے بیان کرنا چاہتا تھا۔ مگر اب چونکہ دیر ہو گئی ہے۔ اس لئے اسی پر بس کرتا ہوں۔ (الفضل)

مبارک تحریک

جناب احمد خانصاحب نمبردار چک ۱۶۸ ع ہر مراد مندرجہ ذیل تحریک فاروق میں شائع کرنے کیلئے ارسال فرماتے ہیں:۔ کہ ہر ایک وہ احمدی جس کی نظر سے یہ تحریک گذرے۔ وہ حسب توفیق صدقہ و خیرات دے۔ اور دعا کرے کہ رب العزت حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو دشمن کے ہر شر اور فتن سے محفوظ رکھے۔ اور اسلام کی ترقی حضور کے ہاتھوں سے ہو۔ اور حضور کو لمبی عمر عطا فرماوے۔ آمین۔

امید ہے۔ کہ آپ اس پر عمل کر کے ثواب حاصل کریں گے۔

خطبہ جمعہ ۲۱ر جنوری سنہ ۱۹۳۸ء

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ

خدا تعالےٰ کے کام ہو کر رہینگے وہ جو سستی کرتا ہے خود اپنا ہی نقصان کرتا ہے

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

پچھلے جمعہ کے بعد سے مجھے گلے کی تکلیف ہے اور اس وجہ سے میں بلند آواز سے نہیں بول سکتا۔ پس اپنی آواز دوسرے دوستوں کی وساطت سے پہنچاتا ہوں (تین دوست بلند آواز سے خطبہ کے الفاظ دہرانے کیلئے مقرر کئے گئے۔ تا حاضرین تک آواز پہنچا سکیں۔

تحریک جدید کے دوسرے دور کے مالی وعدے کا زمانہ اب چند دنوں میں ختم ہونے والا ہے۔ اور جیسا کہ میں اعلان کر چکا ہوں۔ اسر جنوری کے بعد ہندوستان کے ان علاقوں کے جن میں اردو بولی جاتی یا سمجھی جاتی ہے۔ مزید وعدے وصول نہیں کئے جائیں گے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ اس خطبہ کے ذریعہ سے جو اس دوران میں چھپ کر جماعت تک پہنچنے والے خطبوں میں سے آخری خطبہ ہوگا۔ جماعت کو پھر ایک دفعہ ان کی مالی خدمات کے سلسلہ میں ذمہ واریوں اور دوسری ذمہ واریوں کی طرف توجہ دلاؤں۔

خدا تعالےٰ کے کام ہو کر رہیں گے۔ اور بندوں کی سستی یا غفلت ان میں کوئی حرج پیدا نہیں کر سکتی۔ وہ جو سستی کرتا ہے۔ خود اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو خدا تعالےٰ کے فضلوں سے محروم کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ کا دین زید یا بکر کا محتاج نہیں۔ اگر زید یا بکر پہلی آواز دینے والوں میں سے بنیں۔ تو خدا تعالےٰ دوسرے ثواب کی پہلی آواز بھی انہیں تک پہنچاتا ہے۔ لیکن اگر وہ اس آواز کو نہ سنیں۔ اور اسکی طرف سے اپنے کان بہرے کر لیں۔ تو پھر وہ اور دوسرے شخصوں کو آگے لے آتا ہے۔ تاکہ وہ اس کے دین کی خدمت کریں۔ کہ خدا تعالےٰ کی فوج میں تھک جانے والے اور ملال پیدا کرنے والے۔ اور ہتھیار پھینک دینے والے اور نتائج کے متعلق جلد بازی کرنے والے کبھی قبول نہیں ہوتے۔ تھوڑی سی قربانیوں کے بعد بڑی امنگوں کے ساتھ تو ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور وقتی قربانی خواہ کتنی ہی عظیم الشان ہو۔ کمزور سے کمزور انسان بھی پیش کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ بلکہ سچ یہ ہے۔ کہ تھوڑے سے وقت میں کسی اشتعال کے ماتحت یا جوش کے ماتحت بڑی سے بڑی قربانی کرنا کمزوروں ہی کا کام ہے۔ اور طاقتور اور مضبوط ایمان والے وہی ہوتے ہیں۔ جن کا قدم مضبوطی کے ساتھ ایسے مقام پر قائم ہوتا ہے۔ کہ دن کے بعد دن اور ہفتے کے بعد ہفتہ اور مہینے کے بعد مہینہ اور سال کے بعد سال اور دسیوں سال کے بعد دسیوں سال مصائب اور قربانی کے گذرتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن ان کے دل میں اپنے آرام کی خاطر کبھی یہ خیال بھی نہیں آتا۔ کہ منزل مقصود کب آنے والی ہے۔ اور انہیں بیٹھنے کا موقعہ کب ملے گا۔ وہ اگر کبھی دعا کرتے ہیں۔ اور متیٰ نصر اللہ کہتے ہیں۔ تو صرف اس لئے کہ خدا کا جلال ظاہر ہو۔ نہ اس لئے کہ ہماری قربانیوں کا زمانہ ختم ہو۔ کیونکہ وہ جو خدا تعالےٰ کے سچے شیدا ہوتے ہیں۔ ان کی منزل مقصود کوئی دنیا کی کامیابی نہیں ہوتی۔ بلکہ وصال الٰہی ان کا منزل مقصود ہوتا ہے۔ اور وہ ہر دم اور ہر لحظ انہیں حاصل ہوتا چلا جاتا ہے۔ پس وہ یہ کبھی نہیں دیکھتے۔ کہ ان کی مادی قربانیوں نے کیا مادی نتائج پیدا کئے ہیں۔ اور وہ اپنے بوئے ہوئے درختوں کو اس لالچ سے نہیں دیکھتے۔ کہ وہ ان کے ثمرات کھائیں گے۔ بلکہ وہ انہیں چھوڑ دیتے ہیں دوسروں کے لئے کہ وہ ان کے ثمرات کھائیں۔ اور وہ اپنی کوششوں کا ثمرہ صرف اللہ تعالےٰ کی رضا ہی کی صورت میں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کس نے قربانیاں کی ہیں۔ اور کون قربانیاں کر سکتا ہے۔ لیکن آپ کو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انہی قربانیوں میں آپ اس جہان سے گذر گئے۔ اور اس دنیا کی ترقیات کا زمانہ آپ کی زندگی میں نہیں آیا۔ قیصر اور کسریٰ کے خزانے جو ان قربانیوں کے نتیجہ میں حاصل ہوئے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی تھیں۔ وہ جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔ اور ان کا فائدہ زیادہ تر ان لوگوں نے حاصل کیا۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

واٰلہ وسلم کی زندگی میں ابوجہل اور ابوسفیان کے لشکر میں شامل ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہے تھے۔ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی آخری عمر میں ایمان لائے۔ اور فتوحات کے زمانہ میں تھوڑے سے عرصہ کے لئے لڑائیوں میں بھی شامل ہوئے۔ اور پھر فتوحات میں حصہ دار بن کر ہر قسم کی راحت و آرام حاصل کرنے والے ہو گئے۔ اور وہ جنہوں نے قربانیاں کی تھیں۔ اور جو آسمان سے اس بہشت کو کھینچ کر لائے تھے۔ وہ اپنے خدا کے پاس مدتوں پہلے جا چکے تھے۔ یا ان چیزوں سے مستغنی ہو کر اپنے رب کی یاد میں بیٹھے تھے۔ یا خدمت خلق میں مشغول تھے۔ کیا عجیب نظارہ ہمیں نظر آتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد معاویہ ہزاروں مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوتے ہیں۔ وہی معاویہ جو فتح مکہ تک برابر رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلاف لڑتے رہے تھے۔ اور کھڑے ہو کر مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔ کہ اے مسلمانو۔ تم جانتے ہو۔ ہمارا خاندان عرب کے رؤسا میں سے ہے۔ اور ہم لوگ اشراف قریش میں سے ہیں۔ پس آج مجھ سے زیادہ حکومت کا کون مستحق ہو سکتا ہے۔ اور میرے بعد میرے بیٹے سے کون زیادہ مستحق ہو سکتا ہے۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ مسجد کے ایک کونہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ عبداللہ بن عمر رضؓ جن کو حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں صحابہ رضؓ نے خلافت کا حقدار قرار دیا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خواہش کی تھی۔ کہ آپ اپنے بعد ان کو خلافت پر مقرر فرمائیں۔ کیونکہ مسلمان زیادہ سہولت سے ان کے ہاتھ پر جمع ہو جائیں گے۔ اور کسی قسم کے فتنے پیدا نہیں ہو سکیں گے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جواب دیا۔ میں اسکی نیکی کو جانتا ہوں۔ اور اس کے مقام کو پہچانتا ہوں۔ لیکن یہ رسم میں نہیں ڈالنا چاہتا کہ ایک خلیفہ اپنے بعد اپنے بیٹے کو خلیفہ مقرر کر دے۔ اور خصوصاً جبکہ اکابر صحابہ رضؓ زندہ موجود ہیں۔ اس لئے میں اسکو مشورہ میں تو شامل رکھوں گا۔ لیکن خلافت کا امیدوار قرار نہیں دوں گا۔ یہ عبداللہ رضؓ بن عمر رضؓ اس وقت مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے معاویہؓ کو یہ بات کہتے سنا تو وہ چادر جو میں نے اپنے پاؤں کے گرد لپیٹ رکھی تھی۔ اس کے بند کھولے۔ اور ارادہ کیا۔ کہ کھڑا ہو کر کہوں۔ کہ اے معاویہ رضؓ اس مقام کا تجھ سے زیادہ حقدار وہ ہے جس کا باپ تیرے باپ کے مقابلہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو کر لڑتا رہا ہے۔ اور جو خود اسلامی لشکر میں تیرے اور تیرے باپ کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ کے کلمہ کے اعلاء کے لئے جنگ کرتا رہا ہے۔ مگر پھر مجھے خیال آیا۔ یہ دنیا کی چیزیں ان کے لئے رہنے دو۔ اور اسلام میں ان باتوں کی وجہ سے فتنہ مت پیدا کرو۔ اور میں پھر بیٹھ گیا۔ اور معاویہ رضؓ کے خلاف میں نے کوئی آواز نہ اٹھائی۔

یہ وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے اسلام کی خاطر قربانیاں کیں۔ اور یا تو وہ ان کے دنیوی ثمرات پیدا ہونے سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔ یا پھر ان کے زمانہ میں وہ ثمرات ظاہر ہوئے۔ لیکن انہوں نے یا تو باوجود مقدرت کے ان ثمرات میں سے حصہ نہیں لیا۔ اور یا پھر وہ ثمرات دوسروں کے ہاتھوں میں جاتے ہوئے دیکھے۔ مگر اپنا حصہ خدا کی رضا میں سمجھ کر ان ثمرات کی طرف سے آنکھیں پھیر لیں۔ اور حقارت سے ان کو ٹھکرا دیا۔ یہی لوگ ہیں۔ جو ایمان کا سچا نمونہ دکھانے والے ہیں۔ اور انہی کے نقشِ قدم پر چل کر انسان مومن کہلا سکتا ہے۔ لیکن وہ شخص جو تھوڑی سی قربانی کرتا۔ اور اس کے بعد تھک جاتا ہے۔ اور اس امید میں لگ جاتا ہے۔ کہ خدا کی طرف سے اس کے لئے کیا بدلہ آیا ہے۔ اس کو خدا کی رحمتیں نہیں آتیں۔ بلکہ اسکی بزعم خود قربانیاں خود اسی کے منہ پر ماری جاتی ہیں۔ کیونکہ گو خدا قربانیوں کا مطالبہ کرتا ہے۔ لیکن اس کا مطالبہ سائلوں کی طرح نہیں ہے۔ خدا کا مانگتے وقت ہاتھ نیچا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا ہاتھ اوپر ہی ہوتا ہے۔ جس طرح حکومتیں لوگوں سے ٹیکس لیتی ہیں۔ مگر وہ ذلت کے ساتھ نہیں مانگتیں۔ خدا تعالےٰ اس سے بھی زیادہ شان کے ساتھ مطالبہ کرتا ہے کیونکہ حکومتیں تو لوگوں کے روپیہ سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ بندوں کی قربانیوں سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھاتا۔ بلکہ اس کا سارا فائدہ بندوں ہی کو پہنچتا ہے۔ جو عقلمند ہوتے ہیں۔ وہ تو کوشش کرتے ہیں۔ کہ ہماری جسمانی قربانیوں کا روحانی فائدہ ہمیں مل جائے۔ اور جو کم عقل ہوتے ہیں۔ وہ جسمانی فائدے کی تلاش میں لگ جاتے ہیں۔ اور قومی لحاظ سے وہ بھی ان کو مل ہی جاتا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خدا کا کوئی نبی آیا ہو۔ اور جلد یا بدیر اسکی قوم میں حکومت نہ آگئی ہو۔ پس حکومتیں تو آتی ہیں اور دنیوی فائدے تو پہنچتے ہی ہیں۔ مگر دنیوی فوائد سے زیادہ متمتع ہونے کی خواہش ان لوگوں کو ہوتی ہے۔ جو روحانی فوائد کی قیمت نہیں جانتے۔ لیکن دوسرے لوگ جن کو روحانی آنکھیں عطا ہوتی ہیں۔ وہ اپنے انعامات کو روحانی شکل میں بدلنے کی کوشش کرتے ہیں پس وہ لوگ جو کہ قربانیوں میں تھک جاتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں جو کہ خدا تعالےٰ سے سودا کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کی غرض خدا تعالےٰ کی محبت نہیں ہوتی۔ بلکہ دنیوی فوائد ہوتے ہیں۔ جب کچھ عرصہ کی قربانیوں کے بعد وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اب ہمیں دنیوی انعامات مل جانے چاہئیں۔ لیکن وہ انعامات حاصل ہوتے نہیں۔ تو وہ تھک کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ ہم نے قربانیوں میں جو حصہ لینا تھا۔ لے لیا۔ اب ہمیں مزید قربانیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ وہ لوگ جو کل کی غذا کو آج کی غذا کے لئے کافی نہیں سمجھتے۔ اور آج کے دن کے لئے نئی غذا کے طالب ہوتے ہیں۔ بلکہ دن میں کئی کئی دفعہ کھانے اور پینے کی طرف رغبت کرتے ہیں۔ وہ کبھی نہیں کہتے۔ کہ ہمارا کل کا کھانا اور کل کا پینا ہمارے آج کے لئے کافی ہو گیا ہے۔ بلکہ وہ آج کل سے بھی زیادہ اچھے کھانے اور زیادہ شیریں پانی کی جستجو کرتے ہیں۔ لیکن خدا کے دین کی قربانیوں کے موقعہ پر جو کہ انسان کے لئے روحانی غذا ہیں وہ یہ خیال کرنے لگتے ہیں۔ کہ ہماری کل کی غذا آج کے لئے بھی کافی ہو گی۔ اور آئندہ آنے والے دنوں میں بھی وہی ہماری طاقت کو بڑھاتی چلی جائیگی۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ جس طرح جسم کو بار بار غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح روح کو بھی بار بار غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب تک روح کو بار بار غذا نہ پہنچے۔ جو بار بار کی قربانیوں اور متواتر قربانیوں کے ذریعہ سے پہنچ سکتی ہے۔ اس وقت تک روحانی زندگی قائم نہیں رہ سکتی۔ اگر تم آج ظہر کے وقت بارہ رکعتیں پڑھ لو۔ اور پھر مغرب کے وقت نو پڑھ لو۔ اور پھر عشاء کے وقت بارہ پڑھ لو۔ اور دوسرے دن صبح چھ پڑھ لو۔ اور یہ امید رکھو۔ کہ آئندہ دو دن یہ پانچوں نمازیں تم چھوڑ سکتے ہو۔ کیونکہ تم نے خدا کا حق وقت سے بھی پہلے ادا کر دیا۔ تو یہ مت سمجھو۔ کہ یہ بات تمہارے ایمان کے بڑھانے کا موجب ہو گی۔ بلکہ وہ سب سے پہلی نماز جسے تم اس وہم کی وجہ سے چھوڑ دو گے۔ تمہارے ایمان کو باطل کرنیوالی ہو جائے گی۔ اور تم یہ نہیں کہہ سکو گے۔ کہ ہم نے تو یہ نماز پہلے ہی دن ادا کر دی تھی۔ تم اگر پہلے دن فرض رکعتوں کے علاوہ سو سو رکعت بھی اور پڑھ جاؤ۔ تو دوسرے دن اپنے وقت پر نئے فرض ادا کرنے پڑیں گے۔ وہ سو رکعتیں سو رکعتوں کے قائم مقام تو الگ رہیں۔ وہ دوسرے دن چار رکعتوں کے قائم مقام بھی نہیں ہو سکتیں۔ وہ دو رکعتوں کے قائم مقام بھی نہیں ہو سکتیں۔ وہ ایک رکعت کے قائم مقام بھی نہیں ہو سکتیں۔ وہ ایک سجدے کے قائم مقام بھی نہیں ہو سکتیں۔ وہ سجدہ کی ایک تسبیح کے قائم مقام بھی نہیں ہو سکتیں جس طرح کل کی کھائی ہوئی دس روٹیاں آج صبح کے وقت ناشتہ کے ایک لقمہ کی کفایت بھی نہیں کر سکتیں۔ اسی طرح وہ روحانی عبادتیں یا جسمانی قربانیاں جو انسان ماضی میں کرتا ہے اور ان پر توکل کر کے چاہتا ہے۔ کہ مستقبل کی قربانیوں سے آزاد ہو جائے۔ وہ اسکو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔ وہ اگر ایسی بے وقوفی کرے گا۔ تو یقیناً اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا ہو گا۔ وہ جو خدا کی جماعتوں میں داخل ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ہر آن انہیں اپنا چہرہ دکھانا چاہتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ اپنا چہرہ ہمیشہ قربانیوں کے آئینہ میں ہی دکھاتا ہے۔

میں نے گذشتہ سالوں میں کہا تھا۔ وہ شخص جو یہ خیال کرتا ہے۔ کہ میں موت سے پہلے کسی وقت بھی قربانیوں سے آزاد ہو سکتا ہوں۔ وہ سمجھ لے کہ اس کا ایمان کمزور ہے۔ اور وہ خدا تعالےٰ کی فوج کا سپاہی بننے کے قابل نہیں ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ جہاں جماعت کے ایک حصہ نے میری اس بات کو انہی معنوں میں سمجھا ہے۔ جن معنوں میں کہ میں نے اسے بیان کیا تھا۔ وہاں ایک حصہ جماعت کا ایسا ہے۔ جس نے یہ خیال کیا۔ کہ شاید میں یہ باتیں صرف اس وقت کے لئے اور ان قربانیوں کے لئے جوش پیدا کرنے کی خاطر کہہ رہا ہوں۔ جن کا اس وقت مطالبہ کیا گیا تھا۔ اور وہ اپنے دلوں میں یہ سمجھ بیٹھے تھے۔ کہ شاید ہماری تین سال کی قربانیاں جو صرف چند حقیر رقموں پر مشتمل تھیں۔ وہ زمین و آسمان کا نقشہ بدل ڈالیں گی۔ اور ان چند روپوں سے وہ کام ہو جائے گا۔ جو تیئیس سال کی ہر قسم کی قربانیوں کے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی کمان میں صحابہ رضؓ کر سکے تھے۔ گویا ان لوگوں نے اپنے چند روپوں کی قربانی کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی راتوں اور دن کی جانکاہیوں اور قسما قسم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی مصیبتوں اور بے وطنیوں اور جائیدادوں کے چھینے جانے اور اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بچوں اور اپنی بیویوں کے مارے جانے اور خود ان میں سے کیئوں کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جانے اور قسم قسم کے عذابوں سے مارے جانے اور سردیوں اور شدید گرمیوں میں کھانے اور پینے کے سامانوں کے بغیر بے آب وگیاہ جنگلوں میں سے بعض دفعہ بغیر سواری کے اور بعض دفعہ ننگے پاؤں سفر کرنے اور پھر اپنے سے کئی کئی گنا زیادہ تعداد والے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کی قیمت کے برابر خیال کر رکھا تھا۔ شاید وہ اپنے روپوں کی قیمت اس بڑھیا سے بھی زیادہ لگاتے تھے۔ جو اپنے رُوئی کے گالوں سے یوسفؑ کی خریداری کے لئے گئی تھی۔ کیونکہ اس نے تو یوسفؑ کو جو ابھی تک نبی نہیں تھے۔ اور ایک غلام کی حیثیت میں پیش ہوئے تھے۔ اپنی تھوڑی سی پونجی کے ساتھ خریدنا چاہا تھا۔ مگر یہ لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تمام نبیوں کے سردار ہیں۔ اور خاتم النبیین ہیں۔ ان کی قربانیوں کی قیمت اپنی دو چار سال کی حقیر قربانیوں کے مطابق لگانا چاہتے تھے۔ لیکن یاد رکھو۔ ایسے لوگ کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ دین کی فتح ان لوگوں کے ہاتھوں سے نہیں۔ بلکہ انہی کے ہاتھوں سے ہوتی ہے۔ جو نتائج اور انجام سے غافل ہوکر صرف ایک ہی بات کو اپنے سامنے رکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت اپنی موت تک ہم نے قربانیاں کرتے چلے جانا ہے۔ اور ہمارے آرام کا وقت وہی ہوگا۔ جب کہ ہم اس دنیا کو چھوڑ کر اپنے حقیقی مولا کی گود میں جا بیٹھیں گے۔ تم ایک چھوٹے سے بچے کو جس کو محاورے کے طور پر بھی نادان بچہ کہتے ہو۔ دنیا کی قیمتی سے قیمتی مٹھائیوں یا عمدہ سے عمدہ کھلونوں سے تھوڑی دیر کے لئے بہلا سکتے ہو۔ لیکن اس بے وقوف اور نادان بچے کو بھی اپنی ماں کی یاد سے ہمیشہ کے لئے غافل نہیں کر سکتے۔ بسا اوقات وہ دنیوی نعمتوں کے کھانے یا ان کے حسن کے نظاروں کے دیکھنے سے ایک منٹ کے لئے یا چند منٹوں کے لئے اپنی ماں کی طرف سے خیال ہٹائے گا۔ لیکن پھر اس کا خیال ادھر ہی چلا جائے گا۔ اور اس کو حقیقی راحت تبھی نصیب ہوگی۔ جب وہ اپنی ماں کی گود میں پہنچ جائے گا۔ پھر جبکہ ایک نادان بچے کا یہ حال ہے۔ تو کیونکر ممکن ہے۔ کہ مومن جو داناؤں کا دانا ہوتا ہے۔ اپنے خدا کے ملنے سے پہلے چین پا جائے۔ اور اسے آرام حاصل ہو جائے۔ اسکی راحت کی گھڑیاں اور اس کے آرام کی ساعتیں تو اسی وقت سے شروع ہوتی ہیں۔ جب وہ اپنے جسم خاکی کو اس دنیا میں چھوڑ کر اپنے رب کی طرف دیوانہ وار دوڑتا ہوا چلا جاتا ہے۔ جس طرح پرندہ شام کو لہلہاتے ہوئے کھیتوں اور للچانے والے دانوں کے ڈھیروں کو چھوڑ کر اڑتا ہوا اپنے بسیرے کی طرف جاتا ہے۔ اسی طرح مومن کی روح موت کے وقت اپنے رب کی طرف بھاگتی ہے۔ اور پیچھے مڑ کر بھی تو نہیں دیکھتی۔ کہ میں نے اپنے پیچھے کیا چھوڑا ہے۔ کیونکہ اسکی خوشیاں اس کے آگے ہوتی ہیں نہ کہ پیچھے۔

پس جو شخص چاہتا ہے۔ کہ ایمان پیدا کرے اسکو اپنی لذت اور اپنی راحت خدا میں بنانی چاہیئے۔ اور یہ کبھی امید نہیں کرنی چاہیئے۔ کہ کوئی ایک قربانی یا دوسری قربانی اس کے حقوق کو ادا کردیگی۔ کیونکہ حقوق قربانیوں سے ادا نہیں ہوتے۔ بلکہ قربانیوں کے متواتر اور مستقل ارادوں سے ادا ہوتے ہیں۔ پس جو کچھ میں نے کہا تھا۔ وہ کسی وقتی جوش دلانے کے لئے نہیں کہا تھا۔ بلکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ ایمان کی سلامتی کے لئے متواتر قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور موت سے پہلے کوشش کے چھوڑ دینے کا خیال اندرونی بے ایمانی کی علامت ہے۔ اور ایسے شخص کے لئے خطرہ ہے۔ کہ اگر آج اس کا ایمان سلامت ہے۔ تو کل سلامت نہ رہے۔ اور مرنے سے پہلے کسی وقت وہ ٹھوکر کھا جائے۔ اور اپنے انعامات جو پہلی قربانیوں سے اس نے جمع کئے تھے۔ اسکی اس غفلت کی وجہ سے کسی اور مومن کو مل جائیں۔ جو کہ پہلے ٹھوکر کھایا ہوا تھا۔ لیکن مرنے سے پہلے خدا کی طرف متوجہ ہوگیا۔ کیونکہ نتائج انسان کی زندگی کے کاموں کے مطابق نہیں ہوتے۔ بلکہ انسان کے انجام کے مطابق ہوتے ہیں۔

یہ مت خیال کرو۔ کہ یہ ظلم ہے۔ کہ خدا انسان کی زندگی کے کاموں کو تو نظر انداز کر دیتا ہے لیکن آخری گھڑیوں کے کاموں کو قبول کرلیتا ہے۔ کیونکہ آخری گھڑی کی حالت درحقیقت پہلے کاموں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ وہ جسکی پہلی زندگی اچھی نظر آتی ہے۔ لیکن اس کا انجام خراب نظر آتا ہے۔ اس کا انجام اسی لئے خراب ہوتا ہے۔ کہ اسکی پہلی زندگی گو بظاہر خوشنما تھی۔ لیکن خدا کی نگاہ میں وہ گندی تھی۔ تم کبھی بھی یہ امید نہیں کر سکتے۔ کہ گوبر کی گولیوں پر کھانڈ چڑھا کر مریضوں کو شفا دے سکو۔ یا بھوکوں کے پیٹ بھر دو۔ کیونکہ باہر کی کھانڈ اندر کے خبث کا علاج نہیں ہو سکتی۔ پس وہ جس کا انجام خراب ہوتا ہے۔ یا کمزور نظر آتا ہے۔ وہ اسی لئے خراب ہوتا ہے۔ اور اسی لئے کمزور ہو جاتا ہے۔ کہ اسکی پہلی زندگی بناوٹی تھی۔ اور منافقانہ تھی۔ اور خدائے علیم وخبیر جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ اس نے نہ چاہا کہ یہ غیر مستحق حق والوں کا حق لے جائے۔ پس اس نے مرنے سے پہلے اگر یہ ایمان کے ضائع ہو جانے کا مستحق تھا۔ تو اس کے ایمان کو ضائع کردیا۔ اور اگر یہ ایمان کے کمزور ہونے کا مستحق تھا۔ تو اس نے اس کے ایمان کو کمزور کردیا۔ یہی حال اس کا ہے۔ جس کا نتیجہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ یعنی اسکی پہلی زندگی تو خراب ہوتی ہے۔ لیکن اس کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے انجام کو اس لئے اچھا نہیں کرتا۔ کہ وہ بغیر کسی مقصد کے ایک شخص کے ساتھ رعایت کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ اس لئے اچھا کرتا ہے۔ کہ اس دوسرے شخص کے اعمال یا اس کا ایمان گو بظاہر کمزور نظر آتا تھا۔ لیکن اس کے دل کی گہرائیوں میں کوئی ایسا جوہر سی تھا۔ کوئی ایسی قابلیت چھپی ہوئی تھی۔ کوئی ایسی محبت کی ٹیس اٹھ رہی تھی۔ جس کو خدا تعالےٰ نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ پس اس نے اسکی موت کو پیچھے کردیا۔ اور اس وقت تک ملک الموت کو آنے نہ دیا۔ جب تک اس کا مخفی جوہر ظاہر نہ ہوگیا۔ اور اسکی چھپی ہوئی محبت عیاں نہ ہوگئی۔ پس خدا نے بلاوجہ اسکی حالت کو نہیں بدلا۔ بلکہ جو قابلیتیں اس کے اندر مخفی تھیں اور جو دردِ محبت اس کے اندر نہاں تھا۔ اسی کو ظاہر کرکے انصاف قائم کیا ہے۔ نہ کہ رعایت پس انجام کے مطابق ہی خدا کے بدلے ملتے ہیں۔ اور اسی طرح ہونا چاہیئے۔ یہی انصاف ہے۔ اور اسی میں عدل ہے۔ اور یہی رحمت کا تقاضا ہے۔ پس جس کو خدا تعالےٰ توفیق دیتا ہے۔ کہ اس کا قدم قربانیوں میں آگے ہی بڑھتا چلا جائے خدا کا فیصلہ اس کے ایمان پر مہر لگاتا چلا جاتا ہے۔ اور ہم اسکی اس ترقی کو دیکھتے ہوئے کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ اپنی منزل مقصود پر پہنچ کر رہیگا۔ لیکن وہ جو چلتا ہے۔ اور کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور قربانی کرتا اور پھر آسمان کی طرف بدلہ کے لئے نگاہ اٹھاتا ہے۔ اور اپنی موت سے پہلے ہی اپنے پھل حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یا تھک کر بیٹھ جاتا ہے۔ یا پہلے سے اس کا قدم سست ہو جاتا ہے (جیسا کہ اس سال بعض جماعتوں اور بعض افراد کی حالت سے نظر آرہا ہے) اس کا پھل اس کا خدا نہیں۔ بلکہ اسکی دنیا ہے۔ دنیا تو شاید اس کو مل جائے۔ مگر خدا اسکو نہیں ملے گا۔ اور کبھی نہیں ملے گا۔

(الفضل)

اقتباسات

دنیا میں جہنم کی آگ

لندن سے خبر آئی ہے (لیڈر ۲۳ دسمبر بحوالہ مانچسٹر گارڈین) کہ حال میں بم کے گولے نئی قسم کے "تھرمامیٹ بم" ایسے ایجاد ہوئے ہیں۔ کہ وہ جس چیز پر گریں گے۔ مثلاً اس میں آگ لگا دیں گے۔ اور ان کی آگ اس قسم کی ہوگی۔ کہ کسی چیز سے بھی بجھائے نہ بجھ سکے گی۔ پانی۔ مٹی۔ یا لو کوئی سی چیز بھی ڈالی جائے۔ وہ آگ نہ بجھے گی۔ اور لوہے کی چادروں۔ پتھر کی چھتوں۔ دریا کی موجوں سمندر کی لہروں سب کو یہ بم یکساں توڑتے چلے جائیں گے۔ آگ کا یہ وصف کہ بجھائے نہ بجھے۔ اب تک دوزخ سے متعلق مذہب کی زبان سے سنا تھا۔ اور لامذہبی اس تخیل پر شاید ہنس رہی تھی۔ یہ خوب ہوا۔ کہ ہنسنے والوں نے خود اپنے ہی ہاتھوں کچھ ہلکا سا نمونہ تو اس آگ کا آخرت سے قبل اسی دنیا میں تیار کرلیا۔ (پیغام)

ترقی کے عجائبات

وارسا ملک پولینڈ کا مشہور شہر ہے۔ وہاں سے ایک اخبار نکلتا ہے "ہماری زندگی"۔ (اَوَر لائف) نامے۔ یہ باقاعدہ ترجمان ہے وہاں کی جرائم پیشہ آبادی کا۔

(۱) اس میں جرائم خصوصًا چوری اور ڈکیتی کے خاص خاص رموز و اسرار بتائے جاتے ہیں۔

(۲) اسکی مدیرہ ایک خاتون ہیں۔ جو ڈکیتی میں ماہر فن کی حیثیت رکھتی ہیں۔

(۳) اسکی اشاعت تمام دنیائے متمدن میں ہے۔ چنانچہ علاوہ ملکی زبان کے یہ جرمن۔ فرنچ اور انگریزی زبانوں میں بھی شائع ہوتا ہے

(۴) پولیس کی گرفت اور سراغ رسی سے بچنے کے ہتھکنڈے خاص طور سے اس میں بیان ہوتے ہیں۔

(۵) اس کے خریداروں کی فہرست میں نام صرف مجرموں ہی کے نہیں۔ بلکہ شرفاء و معززین کے بھی ہیں۔ پولیس نے حال میں چھاپہ مار کر جریدہ مذکور کے دفتر پر قبضہ کیا ہے۔ اور یہ اطلاعیں شائع کرائی ہیں۔

(ٹائمز آف انڈیا)

اطلاع۔ فاروق کی اشاعت بڑھانا آپ کا قومی فرض ہے۔ (منیجر)

سلسلہ کی خبریں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مبلغ علاقہ چین کی رپورٹ

مولوی عبدالواحد صاحب علاقہ ہانگ کانگ سے لکھتے ہیں کہ:-

ہانگ کانگ میں انجمن احمدیہ۔ دارالتبلیغ۔ احمدیہ لائبریری مستقل طور پر قائم ہوگئی ہے جس کی شہرت بہت ہوگئی اور تبلیغ کا میدان وسیع ہو رہا ہے۔ گذشتہ دس یوم میں ۲۷ اصحاب دارالتبلیغ میں آکر مختلف مسائل پر گفتگو کرتے رہے۔ ان کو اخبارات سلسلہ ودیگر کتب برائے مطالعہ دی گئیں۔ ۲۷ لوگوں کو خود مل کر تبلیغ کی۔ بعض کو احمدیہ لٹریچر بھی دیا گیا۔ اور دارالتبلیغ کا پتہ بتا دیا۔ ہانگ کانگ کی جماعت تعلیم و تربیت میں ترقی کر رہی ہے۔ نومبائعین میں سے ایک دوست قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیری نوٹ پڑھ رہے ہیں۔ دو چینی دوست روزانہ دینی مسائل اور سلسلہ کی کتابوں سے واقفیت حاصل کر رہے ہیں۔ جماعت کے دوسرے دوست بھی لٹریچر پڑھتے اور اپنے اپنے علاقہ میں بطور خود تبلیغ بھی کرتے ہیں۔ مالی لحاظ سے بھی احباب جماعت کافی حصہ لے رہے ہیں۔ تحریک جدید کے سال سوم میں بہت خوشی سے حصہ لیا۔ اور اخلاص سے پورا کیا۔ قبل ازیں اسلامی اصول کی فلاسفی کا چینی زبان میں ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ اب مسلسل باقاعدہ تبلیغی ٹریکٹ انگریزی اور چینی میں شائع کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ جو اس ہفتہ کے آخر تک دو ٹریکٹ چینی اور انگریزی میں شائع ہو جائیں گے۔ بجز چند پنجابی ملاطبع اور جاہل لوگوں کے باقی شرفاء اور معززین کا طبقہ ہم سے محبت رکھتا ہے۔ اور احمدیوں کو حقیقی اسلام کا خادم سمجھ کر قدر کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

مبلغ علاقہ سندھ کی رپورٹ

مولوی محمد مبارک صاحب مبلغ سندھ اپنی رپورٹ مورخہ ۸ تا ۱۴ جنوری ۱۹۳۸ء میں لکھتے ہیں کہ:-

ایام زیر رپورٹ میں صوبہ ڈیرہ۔ رانی پور باندھی پور میں تبلیغ کی گئی۔ احمدی احباب کو چندہ کی ادائیگی کے لئے تاکید کی۔ پھر محمد مقیم صاحب احمدی رئیس کے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھائی۔ غیر احمدی دوست بھی شریک نماز ہوئے۔ ان کو تبلیغ کی۔ بعض نے سوالات کئے۔ ان کو جوابات دیئے گئے۔ رئیس موصوف کے اطلاق میں حقیقۃ الوحی کا درس دیا گیا جس میں غیر احمدی بھی موجود تھے۔ اللہ تعالےٰ سب کو ہدایت نصیب کرے۔ آمین۔

انتقال پُر ملال

مکرمی راجہ غلام محمد خانصاحب احمدی رئیس چک ایمرج علاقہ کشمیر ذیل کی حسرتناک موت کی مندرجہ ذیل اطلاع دیتے ہیں۔ کہ

اخویم مکرم راجہ صاحب راجہ ولی محمد خاں صاحب پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ کا لڑکا عزیزم حبیب اللہ خاں صاحب جو نوجوان صالح آدمی تھا۔ ۱۵ ماہ دسمبر ۳۷ء کو بعمر ۲۳ سال چند ماہ بیمار رہ کر فوت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عزیزم کے والدین کو جو سخت صدمہ ہوا۔ اور یہ ایک بڑا بھاری امتحان تھا جس کو خدا کے فضل سے مرحوم کے والدین نے بڑے استقلال سے ادا کیا۔ اس لئے تمام احباب سے گزارش کرتا ہوں۔ کہ اللہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔ اور پس ماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا فرما کر ثواب حاصل کریں۔

ع

دل پھٹا جاتا ہے فرقت میں تری
تیرے غم میں ہوں سراپا اضطرار
مُنہ چھپا کر کس طرف تو چل دیا
چھوڑ کر ہم کو نحیف و بے قرار
موت یوں کرتی نہ ہم سے شوخیاں
کاش ہوتا زندگی پر اختیار

دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے فضل سے جنت کے اعلےٰ مقامات سے ایک مقام عطا فرماوے۔ آمین۔

مولوی فاضل عبدالرحمٰن صاحب کی اپیل منظور

جسونت سنگھ مجسٹریٹ علاقہ بٹالہ نے قبرستان کے مقدمہ میں محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ مولوی فاضل کو جو ایک سو روپیہ جرمانہ بصورت عدم ادخال جرمانہ ۴ ماہ قید سخت کی ناحق سزا دی تھی۔ تو اس کا اپیل سشن کورٹ گورداسپور میں کیا گیا۔ جو نامنظور ہو گیا۔ پھر اس کا مرافعہ ہائی کورٹ لاہور میں ہوا۔ جو ۱۹ر جنوری ۳۸ء کو آنریبل مسٹر جسٹس سکیمپ جج ہائی کورٹ نے منظور کر کے مولوی صاحب موصوف کو باعزت بری کیا۔ الحمد للہ۔

مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ کی سماعت

منجانب پولیس ایک مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری برخلاف محترم خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب و مکرم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب و حضرت میر محمد اسحاق صاحب و جناب مولوی ابوالعطاء اللہ دتا صاحب دائر تھا۔ جو بھائی جسونت سنگھ کی عدالت سے بحکم ہائی کورٹ پنجاب منتقل ہو کر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں بٹالہ کے مقام پر $\frac{19}{21}$ جنوری کو پیش ہوا۔ اس میں مندرجہ ذیل دس گواہان استغاثہ کی شہادتیں ہوئیں۔ لالہ گوپال داس ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ پیارے لال ہیڈ کنسٹیبل کانفیڈنشل برانچ۔ ہدایت علی شاہ۔ شیخ عبدالرحمٰن مصری جس کی حفاظت کے لئے شہادت سے قبل احاطۂ عدالت میں ایک سب انسپکٹر دو ہیڈ کنسٹیبل قریباً چھ سپاہی اور ادائے شہادت کے وقت ایک سپاہی تعینات تھے۔ فیروزالدین ہیڈ کنسٹیبل۔ رام رکھا مل پٹواری۔ غلام محمد نمبردار ننگل۔ محمد شریف کنسٹیبل۔ ایشر سنگھ کنسٹیبل۔ رستم خاں کنسٹیبل۔ باقی سماعت آئندہ پیشی پر ۳۱ر جنوری کو ہوگی۔

مصری پارٹی کے خلاف ۱۰۷ کا مقدمہ

پولیس نے ایک مقدمہ جو مصری اور اس کے ساتھیوں۔ عبدالعزیز۔ عبدالرب۔ شبنم پر زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری دائر کیا ہوا ہے۔ اسکی سماعت بمقام بٹالہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے روبرو ۲۰ر جنوری کو ہوئی۔ اور مندرجہ ذیل گواہوں کے بیانات ہوئے۔

مکرمی سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب محترم میر محمد اسحاق صاحب۔ مخدومی خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب و جناب مولوی ابوالعطاء اللہ دتا صاحب۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور لالہ کرم چند سب اسسٹنٹ انسپکٹر چوکی قادیان محمد شریف کنسٹیبل۔ رستم خاں و ایشر سنگھ کنسٹیبل دو گواہ چھوڑ دیئے گئے۔ خواجہ غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل۔ بقیہ کارروائی آئندہ پیشی ۲۹ر جنوری کو ہوگی۔

مصری کے خلاف مقدمات زیر دفعہ ۱۰۸ کا انتقال

منجانب خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر بیت المال جو دو مقدمے زیر دفعہ ۱۰۸ (خیانت مجرمانہ) کے شیخ عبدالرحمٰن مصری کے خلاف بعدالت بھائی جسونت سنگھ مجسٹریٹ علاقہ بٹالہ دائر تھے۔ ان کے انتقال کی درخواست ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالت میں دی گئی تھی۔ جو ۲۳ر جنوری کو منظور ہو کر یہ دونوں مقدمے عدالت جسونت سنگھ سے منتقل کر دئے گئے ہیں۔ جو کسی دیگر عدالت میں سماعت ہونگے۔ ایک مقدمہ پولیس کی طرف سے برخلاف مصری الیاہی دائر تھا۔ جو سنا گیا ہے۔ کہ اسکو بھائی جسونت سنگھ مجسٹریٹ علاقہ نے خارج کر دیا ہے

جناب ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی اے کی ضمانت نامنظور

مکرم ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی۔ اے سابق مہر سنگھ کو بھائی جسونت سنگھ مجسٹریٹ علاقہ نے ایک مذہبی ٹریکٹ "باوا نانک صاحب کا دین دھرم" کی اشاعت پر جو چھ ماہ قید سخت کی سزا دی ہے۔ اسکی اپیل سشن کورٹ میں کی گئی۔ اور ساتھ درخواست ضمانت دی گئی۔ جو ۲۰ر جنوری کو بعد سماعت بحث وکلاء عدالت نے نامنظور کر دی۔ سنا گیا ہے۔ کہ ماسٹر صاحب موصوف گورداسپور جیل سے میانوالی جیل کو تبدیل کر دیئے ہیں احباب ان کی کامیابی کے لئے نہایت درد دل سے دعا کریں۔

زندگی وقف کرنیوالوں کیلئے قواعد

انچارج صاحب تحریک جدید اعلان کرتے ہیں کہ:-

(۱) جو دوست تحریک جدید کے ماتحت زندگی وقف کرتے ہیں۔ ان کیلئے جو قواعد اور شرائط ہیں۔ وہ دفتر تحریک جدید نے طبع کرائے ہیں۔ اور ان تمام احباب کو جن کی درخواستیں وقف زندگی کی موصول ہوئی ہیں۔ برائے واقفیت و تکمیل ارسال ہو رہے ہیں۔

(۲) تحریک جدید کے دوسرے دور کے لئے جو اصحاب آئندہ وقف زندگی کی درخواست دینا چاہیں۔ وہ مندرجہ صدر فارم دفتر سے منگوا لیں۔

(۳) وقف زندگی کرنے والوں کیلئے آخری تاریخ درخواست پیش کرنے کی ۳۱ر جنوری ۳۸ء ہے۔

ہفتہ بھر کی خبروں کا انتخاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پشاور ۱۹ جنوری۔ معلوم ہوا ہے۔ حکومت سرحد نے صوبہ کے لوکل بورڈوں کے نامزد ارکان کے نام ہدایت جاری کر دی ہے۔ کہ وہ یکم فروری سے پہلے پہلے اپنی نشستوں سے مستعفی ہو جائیں کیونکہ حکومت نامزدگی کے طریق کے خلاف ہے۔

لکھنؤ۔ ۱۹ جنوری۔ آج یو۔ پی اسمبلی نے یہ قرارداد منظور کر دی۔ جس میں گورنمنٹ سے سفارش کی گئی تھی۔ کہ خطابات کا طریق ترک کر دیا جائے۔ اور وزراء ملک معظم تک ایوان کی اس درخواست کو پہنچا دیں۔ کہ لوگ خطابات کو پسند نہیں کرتے۔

لاہور۔ ۱۹ جنوری۔ احرار کی تحریک سول نافرمانی کے سلسلہ میں ایک درجن سزایاب "حُر" آج ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں اس غرض سے پیش کئے گئے۔ کہ انہوں نے حکام جیل کے سامنے سول نافرمانی پر اظہار افسوس کیا۔ اور گڑگڑا کر معافی مانگی تھی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے روبرو معافی مانگتے وقت دو رضاکاروں نے عدالت سے درخواست کی۔ کہ انہیں باہر احرار سے خطرہ ہے۔ اس لئے پولیس کا انتظام کر دیا جائے۔

لائل پور۔ ۱۹ جنوری۔ مقامی پولیس لائن کے ایک سکھ افسر کی نازیبا حرکت سے مسلمانوں میں ہیجان برپا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ کی منظوری سے پولیس لائینز میں مسلمان ملازموں کے لئے ۱۹۲۷ء میں ایک مسجد بنائی گئی تھی۔ لیکن سکھ افسر مذکور نے سکھ ملازموں کو حکم دیا۔ کہ وہ اس مسجد کی چھت کو گرا دیں۔ سکھ ملازموں نے جوتوں سمیت مسجد میں گھس کر نہایت توہین آمیز طریق پر چھت کو گرا دیا۔

لنڈن۔ ۲۰ جنوری۔ ایک ہفتہ وار برطانی اخبار لکھتا ہے۔ کہ حکومت یمن نجد کی سرحد پر ایک کنواں کھدوا رہی تھی۔ کہ سوا سو فٹ کی گہرائی پر زمین سے ایک صندوق نکلا۔ جس میں بے شمار زروجواہر تھے۔ اس مقام پر مزید کھدائی کی گئی تو انسانی ہڈیاں۔ برتن اور طلائی اشیا پائی گئیں۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ جو خزانہ برآمد ہوا ہے۔ اسکی مالیت ۵ کروڑ پونڈ کے قریب ہے

لاہور۔ ۲۰ جنوری۔ آج دیوان حکم چند مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں پنڈت جواہر لال نہرو ایک مقدمہ میں گواہ کے طور پر پیش ہوئے یہ مقدمہ ڈاکٹر محمد عالم نے "ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ" اور نواب احمد یار خاں دولتانہ کے خلاف دائر کر رکھا ہے۔ دستور کے مطابق جب عدالت نے پنڈت جی سے حلف اٹھانے کو کہا۔ تو انہوں نے کہا۔ مجھے کوئی ایسا حلف بتایئے جس میں مجھے خدا کا نام نہ لینا پڑے۔ اس پر عدالت نے پنڈت جی کو انگریزی زبان کا مقررہ حلف اٹھانے کو کہا۔ جو یورپین افسروں کے لئے مخصوص ہے۔ اور جس میں خدا کا نام نہیں آتا۔

لاہور۔ ۲۱ جنوری۔ آج پنجاب اسمبلی میں غیر سرکاری بلوں پر بحث ہوئی۔ ایک بل کا مقصد یہ تھا۔ کہ ہندوؤں اور سکھوں کو بعض شرطوں کے ساتھ شادی کرنے کی ممانعت کر دی جائے دوسرا بل بازاروں اور سڑکوں پر بھیک مانگنے والوں کے انسداد کے متعلق تھا۔

لکھنؤ۔ ۲۰ جنوری۔ یو پی لیجسلیٹو اسمبلی کے کل کے اجلاس میں ایک ممبر نے ایک تحریک التوا کا نوٹس دیا۔ جس کا مفہوم یہ تھا۔ کہ آنریبل سپیکر کو کسی سیاسی پارٹی سے وابستہ نہیں ہونا چاہیئے۔ سپیکر نے اس تحریک التوا کو مسترد قرار دیتے ہوئے کہا۔ ہندوستان ایسے ملک میں آپ کے لئے لازم ہے۔ کہ سپیکر کو سیاسیات میں سرگرم حصہ لینے کا مجاز قرار دیں۔ میں جانتا ہوں۔ کہ کانگرس کی اکثریت میرے ساتھ ہے۔ لیکن میں حزب مخالف کو پیشکش کرتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا۔ کہ ہاؤس میرے لئے اعتماد کی تحریک منظور کرے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر حزب مخالف مجھے پسند نہیں کرتا۔ تو میں اپنا استعفٰی پیش کر دوں گا۔

علی گڑھ۔ ۲۳ جنوری۔ آج صبح سر آغا خاں کی صدارت میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا۔ جس میں لارڈ لوتھئین نے کنووکیشن ایڈریس پڑھا۔ نواب صاحب رام پور کو ڈاکٹر آف لٹریچر کی اعزازی ڈگری دی گئی۔ سر آغا خاں نے حضور نظام۔ نواب صاحب رام پور اور اپنی طرف سے علی گڑھ میں صنعتی ادارہ نیز زراعتی اور فوجی کالج قائم کرنے کے لئے ایک لاکھ روپیہ کا اعلان کیا۔ چندہ کی اپیل کرتے ہوئے سر آغا خاں نے کہا۔ اب باتیں بنانے کا وقت نہیں رہا۔ ہم نے مسلمانوں میں تعلیم پھیلانے کے لئے ایک کروڑ روپیہ فراہم کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ گذشتہ تیس سال میں ۷۵ لاکھ اکٹھا ہوا تھا۔ اور علی گڑھ میں یونیورسٹی اس کا عملی نتیجہ ہے لیکن ابھی تک ہمارا کام پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا۔ ہماری فوری ضروریات یہ ہیں۔ کہ صنعتی اور فوجی کالج قائم کئے جائیں۔ انہوں نے یقین دلایا۔ کہ اس سکیم کی تفصیل تیار کرنے کے لئے ماہرین کی ایک کمیٹی تیار کی جائے گی۔

بمبئی۔ ۲۳ جنوری۔ بمبئی لوکل بورڈ ایکٹ میں ترمیم کرنے کے لئے جو بل پیش کیا گیا ہے۔ اور جس کا مقصد یہ ہے۔ کہ نامزدگیوں کا سلسلہ ختم کر دیا جائے۔ اور مسلم حلقوں کو توڑ کر مخلوط طریق انتخاب رائج کیا جائے وہ اسمبلی میں زیر بحث ہے۔ مسلم لیگ پارٹی اس کے خلاف صدائے احتجاج کرنے کے لئے آج اسمبلی سے واک اوٹ کر گئی۔ مسلم لیگ کے ارکان کے واک اوٹ کے بعد مسٹر کھیر وزیر اعظم نے تقریر کرتے ہوئے مسلم لیگ کے ارکان کے واک اوٹ پر اظہار افسوس کیا۔ مسلم لیگ ارکان کے بعد ڈاکٹر امبیدکار انڈی پنڈنٹ لیبر پارٹی کے ارکان بھی واک اوٹ کر گئے۔ ڈاکٹر امبیدکار نے لفظ "ہری جن" پر جو بل میں استعمال کیا گیا ہے۔ اعتراض کیا۔ بعد کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ بل آرا شماری کے بغیر پاس ہو گیا۔

لنڈن۔ ۲۳ جنوری کو آنریبل ڈاکٹر چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کامرس ممبر گورنمنٹ آف انڈیا لنڈن پہنچ گئے۔ ہائی کمشنر فار انڈیا۔ ڈپٹی ہائی کمشنر اور انڈیا ہاؤس اور انڈیا آفس کے دیگر حکام نے آپ کا استقبال کیا۔

علی گڑھ۔ ۲۳ جنوری۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے جلسۂ تقسیم اسناد میں لارڈ لوتھئین نے ایڈریس پڑھتے ہوئے یورپ کی سیاسی ومجلسی پیچیدگیوں کا مرقع پیش کرتے ہوئے اہل ہند سے اپیل کی۔ کہ وہ اپنے نوجوانوں کو بے دینی اور الحاد کی رَو سے بچانے کی کوشش کریں۔ نیز کہا۔ اگر ہندوستان کو ان مصائب سے بچانا مقصود ہے۔ جس میں آج مغربی دنیا مبتلا ہے۔ تو ہندوستان کے لیڈروں کو اس سوال کے عملی جواب پر غور کرنا چاہیئے کہ آیا ہندو مذہب اور اسلام لامذہبیت اور اس کے پیدا کردہ خطرات کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ سائینٹیفک سپرٹ توہم پرستی اور جہالت کی بیخکنی کرنے کیلئے عمدہ ذریعہ ہے۔ اس لئے اس سے کسی صورت میں طلباء اور طالبات کو بیزار نہیں کرنا چاہیئے

لاہور۔ ۲۳ جنوری۔ آج بریڈلا ہال میں قیدیوں کو آزاد کرانے والی کمیٹی کے لیڈروں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں اسمبلی ہال کے نزدیک مظاہرہ کرنے کے خلاف حکم امتناعی کے متعلق تقریریں کی گئیں۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا۔ کہ اسمبلی ہال تک ضرور مارچ کیا جائے۔ اور اگر دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت انہیں روکا جائے۔ تو دفعہ کو توڑا جائے۔

نئی دہلی۔ ۲۳ جنوری۔ برطانوی بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں انٹرمیڈیٹ کالج کھولنے کی منظوری حکومت ہند نے دیدی ہے اور بلوچستان کے دیہات میں تعلیمی ترقی کے سوال پر غور کیا جا رہا ہے۔

بنارس۔ ۲۳ جنوری۔ ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ کل ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی کے اجلاس میں صدر کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد پر خوب لپاڈگی ہوئی۔ ہر دو پارٹیوں نے ایک دوسرے کے خلاف لاٹھیاں تان لیں۔ اور بہت ہنگامہ برپا ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ انضباطی کارروائی کے لئے صوبجاتی کانگرس کمیٹی کو اطلاع دے دی گئی ہے۔

علی گڑھ۔ ۲۴ جنوری ایک اطلاع مظہر ہے کہ نواب سر محمد مزمل اللہ خاں نے علی گڑھ کے مجوزہ صنعتی اور فوجی کالج کے لئے ایک لاکھ روپے کے عطیہ کا اعلان کیا ہے۔

بمبئی۔ ۲۴ جنوری۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ بمبئی اسمبلی نے اتفاق آراء سے وزیر اعظم بمبئی کی طرف سے پیش کردہ یہ قرارداد منظور کر لی ہے۔ کہ صوبہ کے لوگوں کو خطابات دینے کا طریق بند کر دیا جائے۔

لدھیانہ۔ ۲۴ جنوری۔ شیخ حسام الدین احرار لیڈر کے خلاف مقامی اے۔ ڈی۔ ایم کی عدالت میں بغاوت کے مقدمہ کی سماعت ہوئی۔ فاضل مجسٹریٹ نے ان کی درخواست ضمانت نامنظور کر دی۔

دہلی۔ ۲۴ جنوری۔ معلوم ہوا ہے۔ حکومت ہند نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ مرکزی اسمبلی کے انتخابات سابقہ قواعد کے ماتحت آئندہ موسم سرما میں عمل میں لائے جائیں گے۔ جو نئے ممبر منتخب ہوں گے۔ وہ فیڈریشن کے قیام تک ممبر رہیں گے۔

ناگپور۔ ۲۴ جنوری معلوم ہوا ہے۔ حکومت سی۔ پی نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ جو وزراء سکرٹری یا محکموں کے صدر دفاتر تبدیلئ موسم کے لئے موسم گرما میں پہاڑ پر جانا چاہیں۔ وہ اپنے خرچ پر جائیں۔ حکومت ان کے اخراجات کی کفیل نہیں ہوگی۔

لاہور۔ ۲۴ جنوری۔ معلوم ہوا ہے۔ مسٹر جسٹس جے لال جج ہائی کورٹ لاہور یکم فروری سے ریٹائر ہو جائیں گے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ان کی جگہ دیوان رام لال ایڈووکیٹ جنرل کو مقرر کیا جائے گا۔